ماہنامہ

معارفِ قاسم جدید دہلی

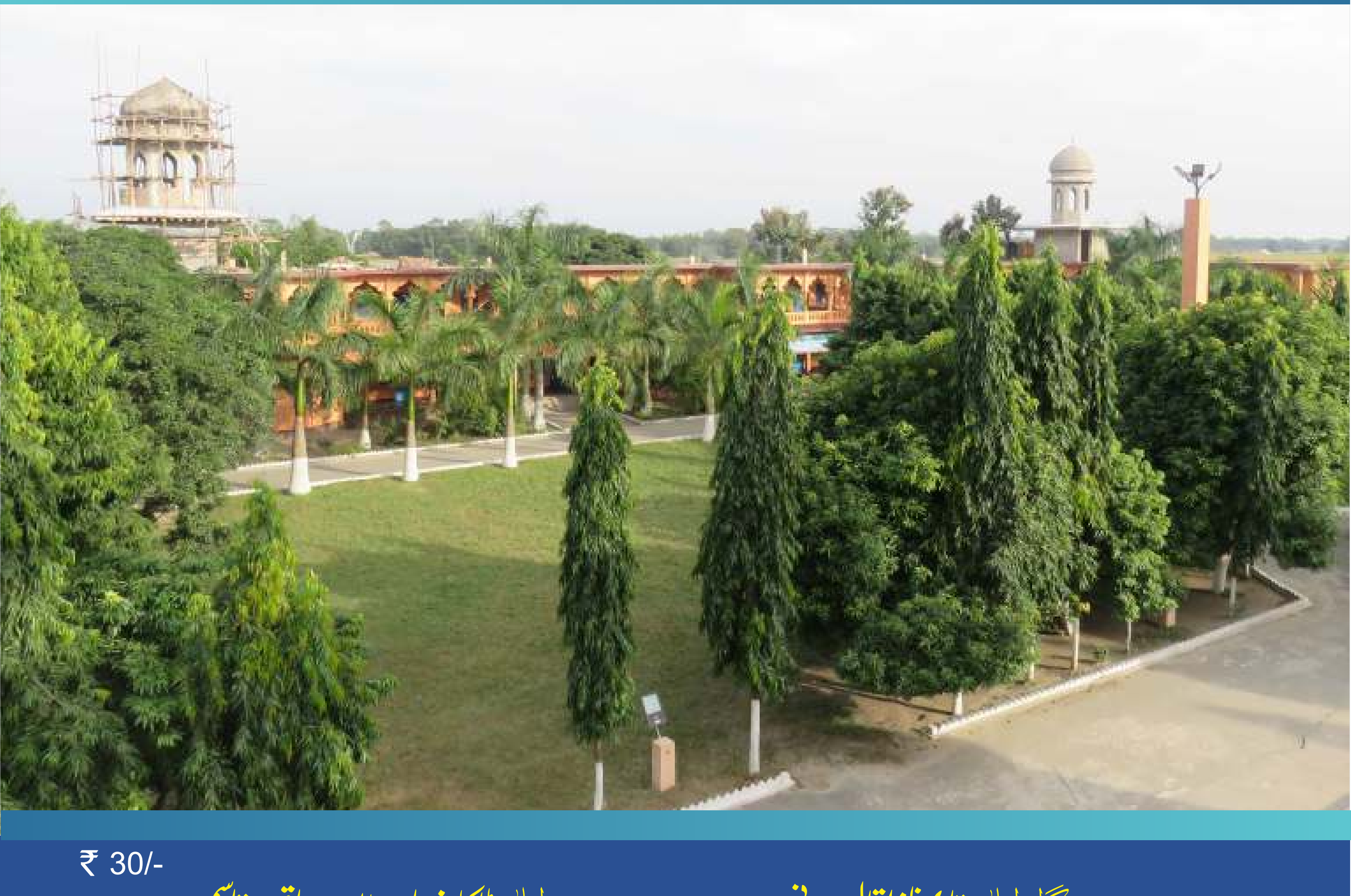

₹ 30/-

نگرانِ اعلیٰ: قاری ظفر اقبال مدنی

مدیرِ اعلیٰ: ڈاکٹر شہاب الدین ثاقب قاسمی

Web.: www.jamiatulqasim.com

E-mail: jamiatulqasim@yahoo.com

مجوزہ عمارت: امام بخاری اسلامک یونیورسٹی

Proposed Building: Imam Bukhari Islamic University

- مجمع الامام محمد بن اسماعیل البخاریؒ للدراسات الاسلامیہ
- جامع الامام محمد قاسم النانوتویؒ
- الامام المحدث محمد زکریا کاندھلویؒ چیری ٹیبل (دوسو بیڈ) کا ہاسپیٹل ونرسنگ کالج
- امام الہند مولانا آزادؒ سینئر سکنڈری اسکول وٹیکنیکل سینٹر
- مرکز الامام ابی الحسن علی حسنی ندویؒ الاسلامی
- ایوان امام الہند شاہ ولی اللہ محدث الدہلویؒ
- مرکز التوحیدی الاسلامی للدعوہ والارشاد
- جامعہ عائشہ الصدیقہؓ للبنات
- انجینئرنگ کالج
- انسان کالج

دس ہزار طلباء وطالبات کی تعلیم وتربیت اور قیام وطعام کے لئے جامعہ کے تعمیری وترقیاتی منصوبے اور ’’امام بخاری اسلامک یونیورسٹی‘‘ کا تخمینی بجٹ تقریباً 1,50,20,93,768.00 ڈیڑھ سو کروڑ روپے سے زائد ہے۔ جو ہی خواہان ملت اسلامیہ، صاحب جود وسخا اور باتوفیق اہل خیر کے تعاون سے اللہ رب العزت ہی پورا کرانے والا ہے۔ حق جل مجدہٗ کا پاک ارشاد ہے:

’’جس نے اچھے کام کئے ہوں، ہم کبھی اس کا اجر ضائع نہیں کرتے‘‘ (الکہف: ۳۰، ترجمہ: امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ ’’ترجمان القرآن‘‘)

اللہ ہی ہمارا اور آپ کا حامی وناصر ہو۔

جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ کا علمی، دینی، دعوتی فکری اور اصلاحی ترجمان

ماہنامہ معارفِ قاسم جدید دہلی

بیادگار: حجۃ الاسلام الامام محمد قاسم النانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند

جلد نمبر: ۲۱ | مارچ - اپریل ۲۰۲۲ء | شمارہ نمبر: ۳۶

زیرسرپرستی

- حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، لکھنؤ
- حضرت مولانا غلام محمد وستانوی اکل کوا مہاراشٹر
- شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم دھورات انگلینڈ
- حضرت مولانا مفتی عباس بسم اللہ، گجرات

نگرانِ اعلیٰ:
قاری ظفر اقبال مدنی

مدیرِ اعلیٰ:
ڈاکٹر شہاب الدین ثاقب قاسمی

زیرنگرانی

- حضرت مولانا سعید الرحمٰن اعظمی، لکھنؤ
- حضرت مولانا سید محمد شاہد الحسنی سہارن پوری
- حضرت مفتی زبیر بھیات ڈربن، جنوبی افریقہ
- حضرت مفتی وسیم خان ترینیداد وتباغو، ویسٹ انڈیز

سالانہ تعاون

500 روپے
بیرون ممالک کے لیے 150 ڈالر
خلیجی ممالک کے لئے 500 درہم

مجلس ادارت

- مفتی محمد انصار قاسمی
- مولانا حمید الدین مظاہری
- مفتی عقیل انور مظاہری
- مولانا رضوان الحق قاسمی

Circulation Incharge
Md. Akbar Ali
Mob.: +91-9871091161

رابطہ

Monthly Maarif-e- Qasim
K-79, 2nd Floor, Street No.5
Abul Fazal Enclave-I
Jamia Nagar, New Delhi-110025

کمپوز وڈیزائن: محمد ارشد عالم ندوی

پرنٹر پبلیشر، قاری ظفر اقبال مدنی نے ایم آر پرنٹرس 2818، گلی گڑھیا دریا گنج نئی دہلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ ''معارف قاسم جدید'' کے-۷۹، دوسری منزل، اسٹریٹ نمبر ۵، ابوالفضل انکلیو پارٹ نمبر۱، جامعہ نگر، نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵ سے شائع کیا۔

Ph.: +91-11-26981876, 26982907, Mob: +91-9811125434, 9899766786
E-mail: jamiatulqasim@yahoo.com / www.jamiatulqasim.com

Jamiatul Qasim Darul Uloom-il- Islamia
At & P.O. Madhubani, G.P.O. Partap Ganj
Distt. Supaul-852125 Bihar (India)
Jamia Ph.: +91-9931906068, 9527565786, 9891763977

حُسنِ ترتیب

شمار	مضامین	اسماء گرامی	صفحه
1	حرف آغاز	قاری ظفر اقبال مدنی	3
2	یاد ماضی عذاب ہے یارب	ڈاکٹر شہاب الدین ثاقب قاسمی	4
3	استقبالِ رمضان	ادارہ	6
4	رمضان المبارک کا استقبال اور ہماری ذمہ داری	مفتی محمد صادق حسین قاسمی	10
5	احکام ومسائل عید الفطر	پیش کش: قاری محمد اکبر علی عثمانی	15
6	آخری عشرہ کی اہمیت وفضیلت	امتیاز شمیم ندوی	20
7	قرآنی مدّات زکوٰۃ کی معنویت واہمیت	اختر امام عادل قاسمی	22
8	حالات حاضرہ اور اہل مدارس کی ذمہ داری	حبیب الرحمٰن اعظمی	29
9	کسبِ معاش علماء کی بھی ضرورت ہے	مدثر احمد قاسمی	31
10	علمائے دیوبند اور عشق رسول ﷺ	پیر فقیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی	33
11	مولانا نور عالم خلیل امینیؒ درویش صفت مایہ ناز ادیب	مولانا انور جمال مظفر پوری	40
12	قرآن اور حدیث کا حجاب پر کیا موقف ہے؟	پروفیسر اختر الواسع	47
13	جب وقت قیام آیا	ودود ساجد	49
14	نقاب میں بھی انقلاب!	جاوید اختر بھارتی	52
15	کوائف جامعہ	مفتی محمد انصار قاسمی	55

حرفِ آغاز

ایسا ملا ہے درد جس کی دوا نہیں

قاری ظفر اقبال مدنی

موت ایک ایسی حقیقت ہے جس سے مفر نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ’’ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے‘‘۔ اردو زبان کے کسی شاعر نے بھی کیا خوب کہا ہے کہ:

موت سے کس کو رستگاری ہے　　　　آج وہ کل ہماری باری ہے

تقریباً ایک برس ہونے کو ہے جب والد محترم حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ داغ مفارقت دے کر اپنے رب حقیقی کی آغوش میں ہمیشہ ہمیش کے لئے چلے گئے۔ رب العرش العظیم ان کی قبر کو منور فرمائے اور تمام خدمات کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے انہیں اپنے برگزیدہ بندوں میں شامل فرمائے آمین۔ والد محترم کی اچانک موت کا صدمہ ایک ایسا درد ہے جو ہماری سانسوں کے ساتھ تا حیات چمٹا رہے گا۔

کس کو سناؤں حال غم کوئی غم آشنا نہیں　　　　ایسا ملا ہے درد دل جس کی کوئی دوا نہیں

ہم میں سے کسی کے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ وہ اتنی جلد ہمیں چھوڑ کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملیں گے، مگر عالمی وبا کورونا وائرس نے جو تباہی مچائی ہے اور اس سے پوری دنیا بالخصوص ملت اسلامیہ کا جو نقصان ہوا ہے اس کی تلافی ناممکن ہے۔ جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ سپول بہار اور اہل خانہ کے لئے حضرت مفتی صاحبؒ کا سانحۂ ارتحال عظیم خسارہ ہے۔ ایک طرف جہاں کووڈ 19 کی وجہ سے ملت اسلامیہ اپنے سیکڑوں بڑے علمائے کرام سے محروم ہوگئی وہیں اقتصادی ومعاشی طور پر بھی اسے بہت سے مسائل سے دوچار ہونا پڑا۔ ان حالات میں والد صاحب کی جدائی کا غم اور جامعۃ القاسم کے مستقبل کی فکر۔۔۔ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا ہوگا، تاہم جامعہ کے ارباب حل وعقد اور والد صاحب کے دوست واحباب نے میرے ناتواں کندھے پر یہ بوجھ ڈال دیا۔ دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس لائق بنادے اور اپنے فضل وکرم سے والد صاحب کی اس عظیم یادگار کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

دھیرے دھیرے حضرت والد صاحب کے پھیلے ہوئے کاموں اور ان کے حسین خوابوں کو عملی شکل دینے کی کوشش کررہا ہوں۔ اپنی نگرانی میں جامعۃ القاسم کے ترجمان ’ماہنامہ معارف قاسم جدید‘‘ کا رمضان المبارک 2022 کی مناسبت سے یہ پہلا شمارہ اس امید کے ساتھ آپ کی خدمت میں پیش کررہا ہوں کہ آپ جس طرح سے والد محترم کی حیات میں اس میگزین سے وابستہ رہے ہیں وہ سلسلہ جاری رہے۔ جامعۃ القاسم اور اس سے متعلق اداروں، مہمات اور سرگرمیوں کو آپ کی توجہ اور تعاون کی اشد ضرورت ہے تاکہ یہ ’شجرۂ عثمانی‘ یوں ہی سرسبز وشاداب اپنے مستقبل کی طرف رواں دواں رہے۔ اللہ تعالیٰ ماہ مقدس رمضان کریم کے فیوض وبرکات سے ہم سب کا دامن بھردے۔ اس مہینے کی دل وجان سے قدردانی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العلمین۔

❀❀❀

مدیر کے قلم سے

یاد ماضی عذاب ہے یارب

ڈاکٹر شہاب الدین ثاقب قاسمی

اللہ عزّوجلّ کا ہزار ہا شکر، فضل اور اس کی کرم فرمائی کہ ’کورونا وائرس‘ جیسی مہلک وبا سے ہم محفوظ رہے ورنہ سال گزشتہ ان ایام میں افراتفری اور نفسانفسی کا عالم تھا۔ ہر انسان اپنے اپنے گھروں میں قید وبندھن کی صعوبتیں برداشت کرنے پر مجبور تھا۔ وہ ایام قیامت صغریٰ سے کم نہیں تھے۔ اس دوران کوئی صبح ایسی نمودار نہیں ہوتی کہ جس میں کسی جاننے والے کی کورونا سے موت کی خبر کانوں کی سماعت سے نہ ٹکرائی ہو۔ اللہ اللہ! وہ کیسے دردناک حالات ومناظر تھے، ہم اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو بھی شک کی نگاہوں سے دیکھنے لگے تھے۔ کچھ یہی کیفیت ان کی بھی تھی، وہ بھی اپنے تحفظ کی خاطر ایسا ہی گمان کرتے۔ بے بسی اور کسمپرسی کے عالم میں ہم نے نا جانے کتنے دوست احباب، عزیزوں اقارب، اساتذہ، علماء کرام اور قوم وملت کی نابغۂ روزگار شخصیات کو کھودیا۔ اور کورونا کی پابندیوں کے سبب ان کے آخری سفر میں شریک ہونے سے قاصر رہے۔ مالک کائنات ان سب کی قبروں کو نور سے بھر دے اور اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ آمین۔ ع یاد ماضی عذاب ہے یارب

رمضان کریم کا مقدس مہینہ ہم پر سایہ فگن ہونا چاہتا ہے۔ گزشتہ دو برسوں کی بات کریں تو رمضان مقدس کے شب روز کورونا کی تیز لہروں کے دوران بسر ہوئے، اور اس بابرکت اور معظم ماہ کی قدر نہیں سکی۔ اس اعتبار سے ہم بہت خوش نصیب ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دوبارہ یہ متبرک مہینہ نصیب فرمایا۔ اب کورنا وبا کا وہ خوف نہیں جو پہلے تھا۔ عالمی سطح پر کووڈ19 کا زور بہت حد تک کم ہو چکا ہے۔ دھیرے دھیرے دنیا معمول کی زندگی کی طرف لوٹ رہی ہے، لیکن کورنا سے ملے زخم ابھی تازہ ہیں، شاید وہ اتنا جلد مندمل نہ ہوسکے۔ جب ’معارف قاسم جدید‘ کے لئے یہ چند سطور لکھے جا رہے ہیں، جسم زخموں سے چور اور دل غموں سے رنجور ہے۔ بہت سی باتیں اور یادیں قلب و جگر کو مضطرب اور بے چین کر رہی ہیں۔ معارف قاسم کے ہر شمارے کی اشاعت پر اس کی تیاریوں کو لے کر قیمتی مشورے اور رہنمائی فرمانے والی ہستی، میرے مخلص اور مربی حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی محفوظ الرحمن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے درمیان موجود نہیں۔ حضرت مفتی صاحب بھی کورونا وائرس کا شکار بنے اور ۱۰ رشوال المکرم ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۳ رمئی ۲۰۲۱ء کو اس دنیا سے سدھار گئے۔ پہلی بار ان کی شرکت کے بغیر معارف قاسم کا یہ شمارہ منظر عام پر آ رہا ہے۔ پہلے ایسا ہوتا تھا کہ جب کوئی غلطی راہ پا جاتی تھی تو حضرت عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس کی نشاندہی فرماتے تھے اور دنیا کے کسی بھی گوشے میں ہوتے فون کر کے بتاتے کہ فلاں صفحہ پر فلاں چیز رہ گئی ہے... اگر ایسے ہوتا تو بہتر تھا۔ ان سب چیزوں کا بطور خاص خیال رکھا کریں، کسی بھی تحریر کو شائع کرنے سے پہلے خوب غور سے پڑھوالیا کریں، خاص طور پر قرآن کریم کی آیات اور احادیث مبارکہ کی عبارتوں کو اصل سے ملالیا کریں، وغیرہ۔ وغیرہ... اب یہ ذمہ داری معارف قاسم کے باذوق قارئین کی ہے کہ وہ ہمیں اپنے نیک اور مفید مشوروں سے مطلع فرمائیں ہم ممنون کرم اور مشکور ہوں گے۔

رمضان المبارک ۱۴۴۳ھ کی مناسبت سے یہ شمارہ منظر عام پر آرہا ہے اس لئے اس میں بیشتر مضامین ماہ مقدس کے تعلق سے ہیں جبکہ حالات حاضرہ کی مناسبت سے آخری صفحات میں دیگر مضامین بھی شامل کیے گئے ہیں۔ اس وقت وطن عزیز میں حجاب کا مسئلہ موضوع بحث ہے۔ دراصل یہ معاملہ اس وقت روشنی میں آیا جب جنوبی ہندوستان کی ریاست کرناٹک کے ایک اسکول میں زیر تعلیم باحجاب مسلم طالبات کو کلاس روم میں یہ کہہ کر داخل ہونے سے روک دیا گیا کہ 'ڈریس کوڈ' نافذ کر دیا گیا ہے اس لئے اب حجاب اتارنے کی صورت میں ہی کلاس روم میں داخل ہونے دیا جائے گا۔ غیور طالبات نے اس کی شدید مخالفت کی اور دوٹوک انداز میں حجاب اتارنے سے منع کر دیا اور کہا کہ ہم مسلمان ہیں اور ملک کے آئین نے اپنے مذہب کے مطابق لباس پہننے کا حق واختیار دیا ہے۔ لہٰذا ہرگز حجاب نہیں اتاریں گے، تاہم وہاں کی حکمراں جماعت بی جے پی نے ایک خاص مقصد کے تحت اس معاملے کو اچھالا تا کہ ملک کی کچھ ریاستوں میں ہونے والے اسمبلی کے انتخابات میں اس سے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا جا سکے۔ اس کے بعد سے ہی حجاب کا مسئلہ ہندوستان ہی نہیں ملک کے باہر بھی گونج رہا ہے اور پوری دنیا کے لوگ کرناٹک کی باحجاب طالبات کی ہمت اور حوصلے کو سلام پیش کر رہے ہیں۔

اسلام دین فطرت ہے اللہ اور اس کے رسول کریمؐ کے ارشادات اور احکامات پر عمل پیرا ہونا ہی دین اسلام ہے جو مسلم خواتین کو حجاب یعنی پردے کے حوالے سے سختی کے ساتھ عملی جامہ پہنانے کا حکم دیتا ہے۔ قرآن کریم میں ''حجاب'' کا لفظ ''پردہ'' اور ''اوٹ'' کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ ''اللہ کسی انسان سے بات پردہ یا اوٹ کے پیچھے سے کرتا ہے۔ (شوریٰ، 42:51) سورہ مریم میں ہے کہ حضرت مریمؑ نے لوگوں سے پردہ (حجاب) کر لیا تھا۔ (مریم، 19:17) قیامت کے بارے میں قرآن میں ہے کہ اہل جنت اور اہل دوزخ کے درمیان ایک پردہ (حجاب) ڈال دیا جائے گا۔ (اعراف، 7:46)

پردہ کے حوالہ سے حدیث میں آتا ہے ''حضرت عبداللہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا عورت پردہ میں رہنے کی چیز ہے کیوں کہ جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اسے بہکانے کے لئے موقع تلاش کرتا ہے'' (جامع ترمذی)۔ عورت کے پردہ کو اس قدر اہمیت دی گئی ہے کہ اس کے لئے عبادت بھی پردہ کے بغیر اور بے پردہ جگہ پر کرنا منع فرمایا گیا ہے۔ 'حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ عورت کا کمرہ میں نماز پڑھنا گھر (آنگن) میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور (اندرونی) کوٹھری میں نماز پڑھنا کمرہ میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے''۔ (سنن ابوداؤد)

مسلم طالبات نے قرآن وحدیث کا حوالہ دیا مگر چونکہ یہ ایک منصوبہ بند تھا اس لئے حکومت پر حجاب کے حق میں اٹھنے والی آواز کا کوئی اثر نہیں پڑا۔ اور معاملہ کرناٹک ہائی کورٹ، یہاں تک کہ سپریم کورٹ تک پہنچ گیا۔

حالات کا تقاضا تھا کہ معارف کے قارئین کو 'پردہ اور اسلام' کے تعلق سے باخبر کریں اس لئے ہندوستان کی مقتدر شخصیات کے مضامین اس شمارہ کی زینت بنے ہیں۔ ایک درخواست معارف قاسم کے قارئین، محسنین، مخیرین اور ممبران کی خدمت میں یہ ہے کہ جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ سپول کے اس ترجمان کو جاری وساری رکھنے میں آپ کی محبت، مدد اور توجہ خاص کی اشد ضرورت ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ رمضان المبارک کے فیوض وبرکات سے ہم سب کا دامن بھر دے آمین۔

❀❀❀

استقبالِ رمضان

ادارہ

اللہ تعالیٰ کے فضل وعنایات اور رحم وکرم کا موسم بہار شروع ہونے لگا ہے، رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ آپہنچا ہے۔ وہ دیکھیے! جنت کو مزید سجایا جا رہا ہے، عرش کے نیچے سے رحمت کی ہوائیں چلنے کو تیار ہیں، کچھ ہی دنوں میں جنت کے درختوں کے پتوں سے سریلی آوازیں سنائی دینے لگیں گی، حورعین بھی دست بدعا ہو کر عرض کرے گی: اے باری تعالیٰ! اس مہینے میں ہمیں وہ خوش نصیب تیرے بندے چاہئیں جن سے ہماری آنکھوں کو ٹھنڈک ملے اور ان کی آنکھوں کو ہماری وجہ سے سرور ملے ہر ایک روزہ دار کو حورعین عطا کی جا رہی ہے۔

رمضان کی یہ پہلی رات ہے فقیہ امت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں:

اس میں جنت کے سب دروازے کھول دیے جاتے ہیں پورا مہینہ ایک دروازہ بھی بند نہیں کیا جاتا اور دوزخ کے سب دروازے پورے مہینے کے لیے بند کر دیے جاتے ہیں ایک دروازہ بھی نہیں کھولا جاتا، سرکش شیاطین وجن سب کو زنجیروں سے قید کر دیا جاتا ہے، ایک آواز دینے والا آسمان سے ہر رات طلوعِ فجر تک آواز لگاتا رہتا ہے: خیر اور بھلائی کے طلب گارو! اللہ کی طرف سے خیر کو قبول کرو اور خوش ہو جاؤ، برائی اور شر کے طلبگارو! رک جاؤ اور ہوش سے کام لو۔ پھر رب لم یزل کی صدائے بازگشت ساعتوں میں رس گھولنے لگتی ہے، کوئی ہے جو مغفرت طلب کرے؟ ہم اس کو بخش دیں۔ کوئی ہے جو توبہ کرے؟ ہم اس کی توبہ قبول کریں، کوئی ہے دعا مانگنے والا؟ ہم پوری کرتے ہیں۔ کوئی ہے سوال کرنے والا؟ ہم عطا کرتے ہیں۔ ہر رات ساٹھ ہزار لوگوں کو جہنم سے آزاد کر دیا جاتا ہے اور عید الفطر کے دن پورے مہینے میں روزانہ ساٹھ ہزار کے بقدر جتنے لوگ بنتے ہیں ان سب کو ایک ہی دن جہنم سے چھٹکارا نصیب ہو جاتا ہے۔

یہ تو آسمانوں پر فیصلے ہو رہے ہوتے ہیں۔ اب زمین کی طرف آتے ہیں وجہ تخلیقِ کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجب کے مہینے سے ماہ رمضان کی تمنا شروع فرماتے: اللّٰھم بارک لنا فی رجب و شعبان وبلغنا رمضان ہمارے لیے رجب اور شعبان میں برکت عطا فرما اور ہمیں رمضان نصیب فرما۔

بلکہ جب شعبان کا مہینہ آتا تو لسانِ نبوت سے یوں موتی بکھیرتے اللّٰھم ھذا شعبان و بلغنا رمضان اے اللہ جیسے آپ نے ہم پر فضل واحسان کیا کہ ہمیں شعبان عطا فرمایا، اے اللہ! ہمیں رمضان کی مبارک ساعتیں بھی نصیب فرما۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو ماہ پہلے اپنے اس مبارک مہمان (رمضان) کا استقبال فرماتے اور جونہی شعبان کی آخری رات آتی آپ اپنے جاں نثار صحابہؓ کو جمع فرماتے، ان کے سامنے رمضان المبارک کی اہمیت، افادیت، خصوصیت، امتیازی حیثیت کا دلآویز تذکرہ فرماتے: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے آپ کے ان فرامین کو نقل فرمایا ہے:

ترجمہ: ”تم پر ایک مہینہ آ رہا ہے جو بہت بڑا اور بہت مبارک مہینہ ہے۔ اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزہ کو فرض فرمایا اور اس کی رات کے قیام کو ثواب کی چیز بنایا ہے۔ جو شخص اس مہینہ میں کوئی نیکی کر کے اللہ کا قرب حاصل کرے گا ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان

میں فرض کو ادا کیا اور جو شخص اس مہینہ میں کسی فرض کو ادا کرے گا وہ ایسا ہے جیسے غیر رمضان میں ستر فرائض ادا کرے۔ یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے، یہ مہینہ لوگوں کے ساتھ غم خواری کرنے کا ہے۔ اس مہینہ میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے اس کے لئے گناہوں کے معاف ہونے اور آگ سے خلاصی کا سبب ہوگا اور اسے روزہ دار کے ثواب کے برابر ثواب ہوگا مگر اس روزہ دار کے ثواب سے کچھ کم نہیں کیا جائے گا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص تو اتنی طاقت نہیں رکھتا کہ روزہ دار کو افطار کرائے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (یہ ثواب پیٹ بھر کر کھلانے پر موقوف نہیں) بلکہ اگر کوئی بندہ ایک کھجور سے روزہ افطار کرادے یا ایک گھونٹ پانی یا ایک گھونٹ لسّی کا پلادے تو اللہ تعالیٰ اس پر بھی یہ ثواب مرحمت فرما دیتے ہیں۔ یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کا اول حصہ اللہ کی رحمت ہے، درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ جہنم کی آگ سے آزادی کا ہے۔ جو شخص اس مہینہ میں اپنے غلام اور نوکر کے بوجھ کو ہلکا کردے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دیتے ہیں اور آگ سے آزادی عطا فرماتے ہیں۔ اس مہینہ میں چار چیزوں کی کثرت کیا کرو جن میں سے دو چیزیں اللہ کی رضا کے لیے ہیں اور دو چیزیں ایسی ہیں جن سے تمہیں چارۂ کار نہیں۔ پہلی دو چیزیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کرو وہ کلمۂ طیبہ اور استغفار کی کثرت ہے اور دوسری دو چیزیں یہ ہیں کہ جنت کی طلب کرو اور جہنم کی آگ سے پناہ مانگو۔ جو شخص کسی روزہ دار کو پانی پلائے رب تعالیٰ شانہٗ (روزِ قیامت) میرے حوض سے اس کو ایسا پانی پلائیں گے جس کے بعد جنت میں داخل ہونے تک اسے پیاس نہیں لگے گی۔" (صحیح ابن خزیمۃ: ج2 ص 911 باب فضائل شہر رمضان۔ رقم الحدیث 1887)

آیئے ہم بھی اپنے اس مہمان مہینے کے استقبال کی تیاریاں شروع کردیں، محض جلسے جلوسوں سے نہیں بلکہ اپنے دلوں میں عبادات کا شوق پیدا کریں اور ہادئ برحق حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات اذہان وقلوب میں رچا بسا کر پرعزم ہو جائیں کہ ہم سب نے اس رمضان میں اپنی مغفرت کے تمام اسباب خلوصِ دل اور خلوصِ نیت سے اختیار کرنے ہیں۔

چنانچہ جونہی ہم ماہ رمضان کے چاند کو دیکھیں تو یہ دعا پڑھیں اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهٗ عَلَيْنَا بِالْيُمْنِ وَالْإِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْإِسْلَامِ وَالتَّوْفِيْقِ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ۔ "اے اللہ! اس چاند کو ہم پر برکتِ ایمان، خیریت اور سلامتی والا کردے اور (ہمیں) توفیق دے اس (عمل) کی جو تجھے پسند اور مرغوب ہو (اے چاند!) میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔"

اب ہمیں احساس ہونا چاہیے کہ ہم پورا مہینہ اس ماہ مبارک کی دل وجان سے قدر کریں اور اس کے تقاضوں کو شرائط وآداب کے ساتھ پورا کریں۔ یاد رکھیں توبہ واستغفار کی کثرت کریں، ذوق وشوق سے تراویح کی بیس رکعات ادا کریں، تین رکعات وتر ادا کریں اور خوب دعائیں مانگ کر جلد سو جائیں تاکہ صبح سحری کے وقت اٹھنے میں دقّت اور پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ سوتے وقت کی دعا پڑھیں اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْيَا۔ "اے اللہ! میں تیرے ہی نام سے سوتا ہوں اور (تیرے ہی نام سے) اٹھتا ہوں۔" سورۂ ملک پڑھیں اور آیۃ الکرسی بھی پڑھ لیں۔ سنت کے مطابق دائیں پہلو پر سو جائیں۔

جب سحری کا وقت آجائے ہشاش بشاش ہو کر چُستی سے اٹھ جائیں، گھر والوں کے ساتھ کام کاج میں ہاتھ بٹائیں، وضو کریں، تہجد ادا کریں، بلکہ کوشش کریں کہ تہجد ہماراز ندگی بھر کا معمول بن جائے، حدیث پاک میں ہے: افضل الصلاۃ بعد الفریضۃ صلاۃ اللّیل۔ فرض نمازوں کے بعد سب سے افضل نماز تہجد ہے سحری ضرور کھائیں کیونکہ اللہ کے نبی صلی اللہ

علیہ وسلم نے اس کا تاکید کے ساتھ ہمیں حکم دیا ہے اور اس کو برکت والا کھانا قرار دیا ہے تَسَحَّرُوا فَإِنَّ فِي السَّحُورِ بَرَكَةً، بچوں کو بھی اس کی عادت ڈالیں صحابۂ کرامؓ کی زندگی میں اس کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔ کھانا کھا لینے کے بعد اگر وقت باقی ہے تو تلاوتِ قرآن کریں، ذکر و اذکار کریں، توبہ و استغفار کریں، دعاؤں کا اہتمام کریں، مرد حضرات مساجد میں آکر تکبیر اولیٰ کے ساتھ نمازیں ادا کریں، اگر مسجد میں درس قرآن یا خلاصۃ القرآن کی ترتیب ہو تو اس میں ضرور شرکت کریں ورنہ باہمی مشاورت سے کسی مستند عالم سے درخواست کریں کہ وہ آپ کو روزانہ درس قرآن دے۔ نمازِ فجر کے بعد اشراق تک ذکر و اذکار میں مصروف رہیں، نماز اشراق پڑھیں، حدیث میں ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا اجر ایک مکمل حج یا عمرے کے برابر ہے۔

مساجد میں شور و غل سے پرہیز کریں کیونکہ یہ عمل نیکیوں کو ایسے ختم کر دیتا ہے جیسے آگ لکڑی کو۔ مسجد سے واپس آکر اپنے کام کاج میں مصروف ہو جائیں، کوشش کریں آپ کی زبان سے کوئی غلط بات نہ نکلے، بلکہ حدیث میں تو یہاں تک آیا ہے کہ اگر کوئی آپ کو غلط بات کہہ بھی دے لڑائی جھگڑا کرنے کی کوشش کرے تو آپ کہہ دیں انی صائم میں روزے سے ہوں۔ پورا دن اپنی زبان، آنکھ، کان اور تمام اعضاء کی حفاظت کریں۔

زبان کو جھوٹ، غیبت، بہتان، چغلی، الزام تراشی، گالی گلوج، گانے اور فضول گوئی سے پاک رکھیں اور نہ ہی زبان کے نشتر سے کسی کا دل دکھائیں، کسی کی ہتک عزت، بے عزتی اور رسوائی نہ کریں۔

آنکھ کو حرام امور سے بچائیں۔ فلم، گانے، میوزک، ڈانس، بدنظری، نامحرم کی طرف دیکھنے سے پاک رکھیں۔ کان کو غیبت سننے، گانا سننے، فضول گوئی سننے اور نامحرم کی باتیں بلاوجہ سننے سے پاک رکھیں دل کو حسد، بغض، کینہ، عداوت، نفرت، تکبر، غرور اور بڑائی سے صاف رکھیں، باہمی رنجشیں دور کریں، کسی سے بول چال ختم تھا تو اس سے شروع کریں، قطع رحمی سے باز آئیں، صلہ رحمی کو عام کریں۔ ورنہ حدیث مبارک میں آتا ہے بہت سارے لوگوں کو سوائے بھوکا پیاسا رہنے کے اور کچھ ہاتھ نہیں آتا: صحیح بخاری میں ہے: من لم يدع قول الذور والعمل به فليس لله حاجة فی ان يدع طعامه وشرابه.

دن بھر تلاوت قرآن کثرت سے کریں، قرآن کریم کے ہم پر درج ذیل پانچ بنیادی حقوق ہیں:

1: ایمان لانا: اس بات پر کہ واقعی یہ اللہ کی طرف سے بواسطہ جبرئیلؑ حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور تحریف و تبدیل سے پاک ہے، اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے خود لیا ہے، اس میں جو کچھ ہے وہ سب کا سب بلا ریب سچ ہے۔

2: تلاوت کرنا: یعنی کہ اس کو پڑھنا باعث ثواب ہے اور قرآن کا ہم پر حق بھی ہے۔

3: غور و خوض: اس کے اوامر اور نواہی کو سمجھنا کہ قرآن ہمیں فلاں موقع پر کیا حکم دیتا ہے، اس میں موجود فلاح پانے والی اقوام کے واقعات سے سبق حاصل کرنا اور تباہ شدہ اقوام کے واقعات سے درس عبرت حاصل کرنا۔

4: عمل کرنا: قرآن میں جو کچھ ہے اس پر عمل کرنا۔ بس اتنی بات ہمیشہ ذہن میں رہے کہ جہاں منسوخ آیات ہیں ان کی محض تلاوت کی جا سکتی ہے ان پر عمل کرنے سے شریعت نے خود روک دیا ہے۔

5: تبلیغ، تحفیظ اور تنفیذ: یعنی اس کی اشاعت و تحفظ اور نفاذ کی ہر ممکن کوشش کرنا۔

ان حقوق کی مکمل رعایت رکھ کر تلاوت کریں مستحب یہ ہے باوضو ہو کر، خوشبو لگا کر قبلہ رو ہو کر باادب سوچ سمجھ کر تلاوت کریں،

بعض امور کو بالکل نظر انداز نہ کریں سجدۂ تلاوت کے احکام ہم نے ذکر کردیے ہیں ان کا خیال رکھیں، اگر آپ ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ پڑھنا چاہتے ہوں تو درج ذیل تراجم وتفاسیر پڑھیں۔

تفسیر عثمانی......علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ

معارف القرآن......مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع عثمانیؒ

معالم العرفان فی دروس القرآن......صوفی عبدالحمید سواتیؒ

آسان ترجمہ قرآن......شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی

آپ کے گھروں، دفاتر اور زمینوں پر جو ملازمین ہیں ان کے کام میں تخفیف کریں، تمام نمازیں وقت پر ادا کریں، افطاری تیار کرنے میں گھر والوں کے ساتھ مل کر کام کریں، ان کو بالکل نہ ڈانٹیں، بلکہ اگر کبھی خلاف مزاج کوئی معاملہ سامنے آئے تو عفوو درگزر سے کام لیں۔ افطار کرانے کا معمول بنائیں۔ کیونکہ حدیث میں اس کی بہت فضیلت آئی ہے۔

افطار کے وقت شور وغل اور بچکانہ حرکتیں مساجد کے تقدس کو پامال کرتی ہیں اس سے سختی سے پرہیز کریں۔ نماز مغرب کے بعد چھ رکعات اوابین کا معمول بنائیں۔ حدیث مبارک میں ہے جس نے مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھیں اور ان کے درمیان کوئی بری بات نہیں کی تو اسے بارہ سال کی عبادت کا ثواب ملے گا۔

بلکہ حفاظ صاحبان کے لیے اوابین میں اپنی منزل پڑھ لینا زیادہ بہتر ہے نماز عشاء کی مکمل تیاری کریں، اذان ہوتے ہی مسجد میں پہنچ جائیں، خشوع وخضوع سے نماز ادا کریں، نماز تراویح کے لیے تیز رفتار حفاظ کے بجائے خوش الحان ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے والے قاری صاحبان کو منتخب کریں۔ کیونکہ تراویح رمضان المبارک کی بہت اہم عبادت ہے۔ بے شعور قوم والی عادات سے خود کو بچائیں، جو مساجد میں خصوصاً تراویح کے وقت بیٹھے رہتے ہیں، فون کالز اور میسجز کرتے رہتے ہیں، پانی پینے کا بہانہ بنا کر اپنا وقت اور ثواب واجر ضائع کرتے رہتے ہیں اور جب امام رکوع میں جاتا ہے تو بھاگ کے رکوع میں شامل ہوجاتے ہیں۔ خوب گڑگڑا کر دعائیں مانگیں، اپنے لیے، گھر والوں کے لیے، اپنے ملک کے لیے، پوری قوم بلکہ پورے عالم اسلام کے لیے۔

اس کے بعد جلد گھر واپس آئیں، اپنی حاجات طبعیہ سے فارغ ہوکر سونے سے قبل تھوڑی دیر کے لیے اپنا محاسبہ کریں، پورے دن میں جتنے اچھے کام کیے ہیں اس پر اللہ کا شکر ادا کریں اور جو خلاف شرع کام سرزد ہوئے ان سے توبہ کریں۔ یعنی ندامت کے احساس کے ساتھ وہ کام فی الفور چھوڑ دیں آئندہ نہ کرنے کا پکا عزم کریں۔

جلد سو جائیں تاکہ صبح جلد اٹھیں اور اپنے معمولات صحیح طور پر ادا کرسکیں، رمضان میں صدقہ خیرات دل کھول کر کریں، زکوۃ ادا کریں (ہم نے اس کی مکمل تفصیل لکھ دی ہے) آخری عشرہ میں اعتکاف کریں، سب سے زیادہ بہتر یہ ہے اپنے شیخ اور مرشد کے ہاں جاکر اعتکاف کریں تاکہ اجر وثواب بھی ملتا رہے اور ظاہری و باطنی ترقیات بھی نصیب ہوں، شیخ کی صحبت بھی زیادہ میسر ہو۔

لیلۃ القدر کی تلاش میں بہتر عمل اعتکاف ہے۔ آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کریں، صدقہ فطر اور زکوۃ کے حوالے سے اہالیانِ مدارس بالخصوص آپ کا اپنا دینی ادارہ مرکز اہل السنۃ والجماعۃ جو قرآن وسنت اور فقہ کی اشاعت وتحفظ کا عالمی ادارہ ہے کو ضرور یاد رکھیں۔ نماز عیدالفطر کی تیاری کریں، خود بھی نئے اور اچھے کپڑے سلوائیں اور بچوں کے لیے بھی، نماز عیدالفطر ادا کریں اور خوب دعائیں کریں۔

نوٹ: اگر آپ صاحبِ نصاب ہیں تو رمضان میں عمرہ کریں، حدیث پاک میں ہے کہ رمضان کا عمرہ حج کے برابر ہے۔ صحیح مسلم میں ہے عمرۃ فی رمضان تعدل حجۃ۔ (صحیح مسلم باب فضل العمرۃ فی رمضان رقم الحدیث:1256)

❁❁❁

رمضان المبارک کا استقبال اور ہماری ذمہ داری

مفتی محمد صادق حسین قاسمی

بہت جلد نیکیوں کا موسمِ بہار ماہِ رمضان المبارک ہم پر سایہ فگن ہونے والا ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور عنایتوں والا مہینہ جلوہ گر ہونے والا ہے، عبادت اور اطاعت کا نورانی ماحول چھانے والا ہے، رمضان المبارک مہمان بن کر آتا ہے اور اس کا اکرام کرنے والے اور قدردانی کرنے والے کو انعامات الٰہی سے نوازکر جاتا ہے، اسی لیے اس مہینہ کی آمد کا انتظار ہر مسلمان کو رہتا ہے اور جس کی آمد سے ہر ایک کو بے پناہ خوشی و مسرت ہوتی ہے اور ممکن بھر اس کی قدردانی کی فکر لاحق ہوتی ہے اس مہینہ کا انتظار خود نبی کریم ﷺ کو رہتا اور آپ رجب کے مہینہ سے اپنی دعاؤں میں اس کا اضافہ فرماتے کہ: اللّٰھم بارک لنا فی رجب و شعبان وبلغنا رمضان ۔(مسند احمد: 2257) یعنی اے اللہ! ہمارے لیے رجب وشعبان میں برکت عطا فرما اور رمضان کے مہینہ تک ہمیں پہنچا۔ آپ ﷺ یہ دعا بھی فرماتے تھے: اللّٰھم سلمنی لرمضان و سلم رمضان لی و سلمه لی متقبلا ۔(الدعاء للطبرانی، حدیث نمبر: 839) یعنی اے اللہ! مجھے رمضان کے لیے اور رمضان کو میرے لیے صحیح سالم رکھئے اور رمضان کو میرے لیے سلامتی کے ساتھ قبولیت کا ذریعہ بنادیجئے۔ رمضان المبارک کے پیشِ نظر آپ ﷺ شعبان کے مہینہ میں عبادتوں کا اہتمام دیگر مہینوں کے مقابلے میں زیادہ فرماتے اور رمضان المبارک کی تیاری کا عملی نمونہ پیش فرماتے نبی کریم ﷺ نے اس مہینہ کی عظمت اور اہمیت ہی کی بنیاد پر اس کی آمد سے پہلے شعبان کے آخری ایام میں حضرات صحابۂ کرامؓ کو جمع فرما کر اس کی فضیلت اور اس کی خصوصیتوں کو بیان فرمایا اور ایک عظیم الشان خطبہ دے کر اس کی اہمیت اور عظمت کو اجاگر کیا۔

خطبۂ نبوی ﷺ:

حضرت سلمان فارسیؓ روایت کرتے ہیں کہ: شعبان کی آخری تاریخ کو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک خطبہ دیا اور اس میں فرمایا: اے لوگو! تم پر ایک عظمت اور برکت والا مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے، اس مہینے میں ایک رات ہے (شبِ قدر) ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس مہینے کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کئے ہیں اور اس کی راتوں میں قیام (تراویح) کو غیر فرض (یعنی سنت) کیا، جو شخص اس مبارک مہینے میں اللہ کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے کوئی غیر فرض عبادت کرے گا تو اس کا ثواب دوسرے زمانے کی فرض نیکی کے برابر ملے گا اور اس مہینے میں فرض نیکی کا ثواب دوسرے زمانہ کے ستر فرضوں کے برابر ملے گا، یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔ یہ ہمدردی و غم خواری کا مہینہ ہے اور یہی وہ مہینہ ہے جس میں مومن بندوں کے رزق میں اضافہ کر دیا جاتا ہے، جس نے اس مہینہ میں کسی روزہ دار کو (اللہ کی رضا اور ثواب حاصل کرنے کے لیے) افطار

کرایا تو یہ اس کے لیے گناہوں کی مغفرت اور دوزخ کی آگ سے آزادی کا ذریعہ ہوگا اور اس کو روزہ دار کے برابر ثواب دیا جائے گا بغیر اس کے کہ روزہ دار کے ثواب میں کمی کی جائے۔ آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! ہم میں ہر ایک کو تو افطار کرانے کا سامان میسر نہیں ہوتا تو (غریب لوگ اس عظیم ثواب سے محروم رہیں گے؟) آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی دے گا جو ایک کھجور یا دودھ کی تھوڑی سی لسی پر یا صرف پانی ہی کے ایک گھونٹ پر کسی کا روزہ افطار کرادے۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ اس مبارک مہینہ کا پہلا حصہ رحمت ہے، درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ دوزخ کی آگ سے آزادی ہے۔ جو آدمی اس مہینے میں اپنے غلام و خادم کے کام میں ہلکا پن اور کمی کردے گا اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادے گا اور اس کو دوزخ سے رہائی اور آزادی دے گا اور اس مہینہ میں چار چیزوں کی کثرت رکھا کرو جن میں دو چیزیں ایسی ہیں جن کے ذریعہ تم اپنے رب کو راضی کرسکتے ہو اور دو چیزیں ایسی ہیں جن سے تم کبھی بے نیاز نہیں ہوسکتے وہ کلمۂ طیبہ اور استغفار کی کثرت ہے اور دوسری دو چیزیں یہ ہیں کہ جنت کا سوال کرو اور دوزخ سے پناہ مانگو، اور جو کوئی کسی روزہ دار کو پانی سے سیراب کرے اس کو اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) میرے حوض (کوثر) سے ایسا سیراب کرے گا جس کے بعد اس کو کبھی پیاس ہی نہیں لگے گی یہاں تک کہ وہ جنت میں پہنچ جائے۔ (صحیح ابن خزیمہ:1785، شعب الایمان للبیہقی:3329)

خطبۂ نبوی کی جھلکیاں:

رمضان المبارک کی آمد سے قبل نبی کریم ﷺ نے یہ خطبہ دیا اور اس کے ذریعہ آپؐ نے درحقیقت صحابۂ کرامؓ کو استقبالِ رمضان کا حقیقی تصور پیش کیا اور رمضان المبارک کی نہ صرف اہمیت اور فضیلت بیان کی بلکہ حقیقی استقبال کی فکروں کو بیدار کیا اور رمضان المبارک کے لیے ہمہ تن تیار رہنے اور اس کے لیے اپنے معمولات میں ان تمام چیزوں کو داخل کرنے کی تعلیم دی جس مقصد کے لیے رمضان آتا ہے، عبادت تو ایک مسلمان سال بھر اپنی بساط بھر کرتا ہے لیکن رمضان المبارک چوں کہ خالصتاً عبادتوں کا موسم اور نیکیوں کا سیزن ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کی جانب سے عبادتوں کے اجر و ثواب میں اضافہ اور زیادتی کی جاتی ہے، نوافل کو فرض کا ثواب اور فرائض کا ثواب ستر درجہ بڑھا دیا جاتا ہے اس کو بیان کیا اور ایمان والوں کے ذہن و دل میں یہ بات بٹھادی کہ رمضان المبارک کے استقبال کے لیے اپنے آپ کو عبادت کے لیے فارغ کرنا اور طاعات میں سرگرداں ہوجانا ضروری ہے، اسی طرح آپ ﷺ نے استقبالِ رمضان کے موقع پر حضرات صحابۂ کرامؓ کو فرمایا کہ یہ ہمدردی و غم خواری کا مہینہ ہے، بدنی عبادتوں کے لیے تیار ہونے کے ساتھ ساتھ، ایثار و ہمدردی کے خوابیدہ جذبات کو بھی بیدار کرنا اور انسانوں کی خیر خواہی والی صفات سے بھی آراستہ ہونے کی آپ نے تلقین فرمائی، اس کے لیے آپ ﷺ نے صحابۂ کرامؓ کے استفسار پر طریقہ بھی بتادیا کہ اس عمل کو انجام دینے کے لیے کوئی لمبی چوڑی دعوت ضروری نہیں بلکہ ایک کھجور، لسی یا پانی کا ایک گھونٹ ہی کیوں نہ لیکن مسلمان کو اس راہ بھی نیکیاں کمانے اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے آمادہ ہونا ضروری ہے، تبھی جاکر وہ رمضان المبارک کی حقیقی قدردانی کرنے والا شمار ہوگا، روزہ انسان کی اس سلسلہ میں بہترین تربیت کرتا ہے اور حقیقی روزہ دار ایثار و ہمدردی سے مزین ہوگا اور اسے سارے

انسانوں کے تئیں ہمدردی پیدا ہوگی۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ مہینہ صبر کی تربیت کا ہے کیوں کہ اس میں روزہ کی شکل میں مسلمان لمبے وقت کے لیے اپنے تقاضوں اور خواہشات کو قربان کرتا ہے اور رضائے الٰہی کے حصول کے لیے حلال وجائز چیزوں کو بھی ترک کر دیتا ہے اس کے ذریعہ آپ ﷺ نے برداشت وتحمل کے مزاج کو حاصل کرنے کی تعلیم دی کہ جس کے بغیر اس عظیم عبادت کی انجام دہی دشوار ہوجاتی ہے۔اس خطبہ کے آخر میں نبی کریم ﷺ نے نہایت اہم چیز کی طرف توجہ دلائی اور رمضان المبارک میں اس کے حصول کو ضروری قرار دیا اور یہ سکھایا کہ رمضان المبارک کے بابرکت اوقات کو اور قیمتی لمحات کو ان چیزوں کی طلب اور دعا میں میں گذارنا چاہیے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس ماہِ مبارک میں دو چیزیں ایسی ہیں کہ جن سے کوئی بندہ مستغنی نہیں، ہر ایک اس کا حاجت مند اور طلبگار ہے، ان میں سے ایک جنت کی طلب اور جہنم سے پناہ کی دعائیں اور التجائیں ہیں، رمضان کے مبارک ماحول میں اس فکر میں رہنا ضروری ہے کہ کسی طرح رمضان انسان کو جنت تک پہنچادے اور جہنم سے محفوظ کردے، اس کو خداوند قدوس سے مانگنا اور حاصل کرنا ہے، اگر اس مبارک مہینہ میں بھی انسان کے لیے جنت کا فیصلہ نہ ہوجائے اور جہنم سے نجات کا اعلان نہ ہوجائے تو بلا شبہ سب سے بڑا اشقی القسمت اور بدنصیب ہوگا۔ نبی کریم ﷺ نے اس مہینہ کو انسانوں کی مغفرت کا مہینہ قرار دیا اور اس انسان کو بدنصیب فرمایا جو رمضان تو پائے اور اپنی مغفرت نہ کروالے، اسی لیے آپ نے رمضان کے آنے سے پہلے اس اہم ترین سعادت کے حصول کے لیے تیار ہوجانے کی ترغیب دلائی اور اس کے ساتھ آپ نے رمضان کے مبارک لیل ونہار کو فضول گپ شب، لایعنی مشاغل، تضیع اوقات کے بجائے کارآمد بنانے کا نسخہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اس مہینہ میں کلمۂ طیبہ اور استغفار کی کثرت کرنی چاہیے اور اپنی زبان کو غیر ضروری باتوں سے بچاتے ہوئے ذکر اللہ کی کثرت میں تر رکھنے کا حکم دیا۔اس خطبہ میں آپ ﷺ نے رمضان کی حقیقت بھی بیان کردی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کی تقسیم کے انداز سے بھی آگاہ کردیا کہ اس مہینہ کا پہلا عشرہ رحمتوں کا ہے انسان کو رحمت الٰہی کے حصول میں منہمک رہنا چاہیے دوسرا عشرہ مغفرت کا ہے اس میں مغفرت اور بخشش کی دعاؤں کا التزام رکھنا چاہیے اور اس کا آخری عشرہ جہنم کی آگ سے خلاصی اور چھٹکارہ پانے کا ہے لہذا ان چیزوں کو پیشِ نظر رکھ کر عبادتوں کی تیاری کرنے اور اپنے ذہن ودل کو تیار کرنے کے لیے آپ ﷺ نے یہ نہایت بلیغ اور عظیم خطاب فرما کر صحابۂ کرام ؓ کو اس جانب سے متوجہ کیا۔

استقبالِ رمضان اور اعمال کی فکر:

نبی کریم ﷺ نے اور بھی بعض خطبات آمدِ رمضان سے قبل دیئے جن میں آپ ﷺ نے مختلف انداز میں رمضان المبارک کی عظمت کو بیان کیا اور اس کی قدردانی کی بھرپور رغبت دلائی۔ چناں چہ ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ: تمہارے پاس رمضان کا مہینہ آرہا ہے پس تم اس کے لیے تیاری کرو اور اپنی نیتوں کو صحیح کرو اور اس کا احترام اور تعظیم کرو، اس لیے کہ اس مہینہ کا احترام اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت عظیم احترام والی چیزوں میں سے ہے، لہذا اس کی بے حرمتی مت کرو، اس لیے کہ اس مہینہ میں نیکیوں اور برائیوں دونوں (جزاء وسزا) میں اضافہ کردیا جاتا ہے۔(کنز العمال) نبی کریم ﷺ نے اس میں احترام رمضان کی شدید ضرورت کو بیان کیا، ہمارے ذہنوں

میں یہ بات تو ہے کہ اس مہینے میں نیکیوں کا اجر وثواب بڑھا دیا جاتا ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس عظیم مہینہ میں اگر نافرمانی کی جائے اور شریعت کی تعلیمات کی مخالفت کی جائے تو سزا میں بھی اضافہ ہوجاتا ہے۔اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانوں کو اپنے اعمال کی فکر میں رہنے اور بے احترامی والے کاموں سے احتراز کرنے کی تاکید کی۔

اہتمامِ رمضان اور اکابرین:

رمضان المبارک کا استقبال اور اس کی آمد سے قبل اس کی حقیقی تیاریوں کا اہتمام بزرگانِ دین میں خاص طور پر پایا جاتا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس انداز میں صحابۂ کرامؓ کے ذوق اور جذبات کو پروان چڑھایا اس کے اثرات امت میں پے درپے منتقل ہوتے گئے اور امت کے صلحاء اور اتقیاء نے اپنے اپنے ظرف کے مطابق اس مبارک مہینہ کی قدردانی کرکے ایک عملی نمونہ انسانوں کو دیا، آمدِ رمضان سے پہلے ہی وہ اپنی ذمہ داریوں کا جائزہ لے کر اپنے اوقات کو فارغ کرلیتے تاکہ زیادہ سے زیادہ وقت عبادات میں گزرے اور پورے شوق وانہماک کے ساتھ اعمال کو انجام دیا جاسکے۔شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ لکھتے ہیں کہ: حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم رائے پوریؒ کے یہاں تو رمضان المبارک کا مہینہ دن ورات تلاوت ہی کا ہوتا تھا کہ اس میں ڈاک بھی بند اور ملاقات بھی ذرا گوارا نہ تھی، بعض مخصوص خدام کو صرف اتنی اجازت تھی کہ تراویح کے بعد جتنی دیر سادی چائے کے ایک دو فنجان نوش فرمائیں اتنی دیر حاضر خدمت ہوجایا کریں۔(فضائلِ رمضان:۷) شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے بارے میں نقل فرماتے ہیں کہ: رمضان المبارک میں مولانا کی خاص حالت ہوتی تھی اور دن ورات عبادتِ خداوندی کے سوا کوئی کام ہی نہ ہوتا، دن کو لیٹتے اور آرام فرماتے لیکن رات کا اکثر حصہ بلکہ تمام رات قرآن مجید سننے میں گزاردیتے۔(اکابر کا رمضان:۳۱) ماضی قریب کے اکثر بزرگانِ دین اور اکابرین کی رمضان المبارک میں یہی کیفیت ہوتی وہ مکمل طور پر خود کو فارغ کرلیتے اور دل وجان سے عبادات وطاعات میں مشغول ہوجاتے۔اس طرح ان حضرات نے رمضان المبارک کی قدر کی اور نیکیوں سے دامن کو بھرا اور انعامات الٰہی کے حق دار بن کر دنیا سے رخصت ہوئے۔

استقبالِ رمضان اور نظام الاوقات:

استقبالِ رمضان صرف یہی نہیں ہے کہ چند جلسے سن لیے اور کچھ بیانات میں شرکت ہوگئی بلکہ رمضان المبارک کا حقیقی استقبال یہ ہے کہ اس آنے والے مبارک مہینہ کے لیے اپنے روز کے نظام العمل میں کچھ تبدیلی لائیں، مصروفیات اور مشغولیات سے وقت کو فارغ کرنے کا نظم بنائیں، کیوں کہ دنیا میں کوئی کام بغیر نظام العمل کے بحسن وخوبی پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچتا تو عبادات کا نظام بغیر نظم وضبط کے کیسے قابو میں آسکتا ہے؟ اس لیے اس کے واسطے ہر مسلمان کو رمضان المبارک کی آمد سے قبل ہی اپنے معمولات کا ایک جائزہ لینا ضروری ہے اور لایعنی و فضول کاموں سے اجتناب کرتے ہوئے رمضان المبارک کا نظام العمل ترتیب دینا چاہیے تاکہ سلیقہ وسہولت اور وقت کی رعایت و پابندی کے ساتھ رمضان المبارک کو گزارا جائے اور عبادتیں انجام دی جائیں۔مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد حضرت مفتی محمد شفیع صاحب فرمایا کرتے تھے کہ رمضان کا استقبال اور اس کی تیاری یہ ہے کہ انسان پہلے یہ سوچے کہ میں اپنے روزمرہ کے کاموں میں سے مثلاً تجارت،

ملازمت، زراعت وغیرہ کے کاموں میں سے کن کن کاموں کو مؤخر کرسکتا ہوں، ان کو مؤخر کردے اور پھران کاموں سے جو وقت فارغ ہو اس کو عبادت میں صرف کرے۔ (اصلاحی خطبات: ۱۰/۵۷) اس طرح اگر رمضان لمبارک کا استقبال ہو تو پھر واقعی ہر مومن نیکیوں کو سمیٹنے اور اعمال کو انجام دینے میں اس قدر مصروف ہوگا کہ اسے بے کار اور لایعنی امور میں پڑنے اور وقت کو غیر ضروری چیزوں میں ضائع کرنے کا موقع ہی نہیں ملے گا۔

ہماری ذمہ داری:

رمضان لمبارک کی قدر و منزلت اور اس کے استقبال سے متعلق یہ چند باتیں ذکر کی گئیں، اصل یہ ہے کہ ہمیں اس بارے میں فکر مند ہونا چاہئے کہ آج کل جس طرح ہم رواجی انداز میں رمضان کو خوش آمدید کہتے ہیں اور اس کی آمد پر مسرت کا اظہار کرتے ہیں لیکن رمضان کے چند دن گزرنے بھی نہیں پاتے کہ بے احترامی اور ناقدری کا معاملہ شروع ہوجاتا ہے، ابتداء میں مسجدیں مصلیوں سے بھری ہوئی نظر آتی ہیں بلکہ بعض اوقات تنگ دامنی کا شکوہ کرتی ہیں مگر جوں ہی کچھ دن گزرنے نہ پاتے ہیں کہ تعداد میں کمی اور شوق و ذوق میں انحطاط شروع ہوجاتا ہے یہ اس وجہ سے ہے کہ ہم نے رمضان کی حقیقی قدر نہیں جانی اور جس انداز میں اس میں عبادتوں کو انجام دینا تھا اس سے ہم غافل رہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر لوگوں کو معلوم ہوجائے کہ رمضان کیا چیز ہے تو میری امت یہ تمنا کرے گی کہ سارا سال رمضان ہی ہوجائے۔ (فضائل الاوقات للبیہقی: ۱۴۱) اس لیے رسمی اور رواجی مزاج کو ختم کرتے ہوئے ایک نئے انداز میں اور مکمل شوق و احترام کے ساتھ رمضان المبارک کا استقبال کرنے کی ضرورت ہے جو رمضان کے ختم ہونے تک کمزور نہ ہونے پائے، اس کے لیے مکمل لائحۂ عمل بنانے کی ضرورت ہے کہ عبادت کا اہتمام کیا جائے، فرائض کے ساتھ نمازِ تراویح مکمل ادا کی جائے، سنتوں اور نوافل کا التزام ہو۔

تلاوتِ قرآن کریم کا پورے اہتمام سے معمول بنایا جائے۔ تسبیحات و ذکر کو بھی نظام العمل میں داخل کیا جائے۔ رمضان میں دعائیں قبول ہوتی ہیں، پورے خلوص کے ساتھ دعاؤں کا معمول بنایا جائے۔ جھوٹ، غیبت، چغل خوری وغیرہ سے اجتناب کیا جائے۔ گناہوں سے بچنے کا اور نافرمانی والے کام انجام دینے سے بچا جائے۔ استغفار کی کثرت ہو۔

اوقات کو ضائع ہونے اور لایعنی کاموں میں لگنے حفاظت کی جائے۔ حسبِ حیثیت صدقہ وغیرہ کا اہتمام کیا جائے۔

نبی کریم ﷺ کی سنتوں اور آپ ﷺ کے مبارک طریقوں کو جان کر عمل کرنے کی کوشش کی جائے۔

دینی کتابوں کا مطالعہ اور نیک لوگوں کی صحبت اختیار کی جائے وغیرہ وغیرہ۔ (ماہِ رمضان کے فضائل واحکام: ۴۷)

ان چیزوں اور ان کے علاوہ دیگر اور بھی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کے جذبات کے ساتھ رمضان المبارک کا استقبال کیا جائے تو انشاء اللہ رمضان کی خیر و برکات اور اس کی سعادتوں سے ہر ایمان والا بہرورہ ہوگا اور رمضان مسلمانوں کی زندگیوں کو سدھارنے کا ذریعہ بنے گا، ورنہ تو اللہ کے جو بندے اس کی قدر کرتے ہوئے گزارتے ہیں وہ رحمت الٰہی سے اپنے دامن کو بھر لیتے ہیں اور ان کی زندگیاں انقلاب کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔

❋❋❋

احکام ومسائل عیدالفطر

پیش کش: قاری محمد اکبر علی عثمانی

عید کا دن مسلمانوں کے لیے خوشی ومسرت کا دن ہے۔ اسلام نے عیدالفطر کے موقع پر شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے مل جل کر خوشیاں منانے کی اجازت دی ہے۔ احادیث میں وارد ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو وہاں دیکھا کہ لوگ دو دنوں کو تہوار کے طور پر مناتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اہل مدینہ سے دریافت کیا کہ یہ دو دن کیسے ہیں جن میں وہ کھیل کود میں مشغول رہتے ہیں اور خوشیاں مناتے ہیں؟ تو انصار نے جواب دیا کہ ہم لوگ زمانہ قدیم سے ان دونوں دنوں میں خوشیاں مناتے چلے آرہے ہیں۔ یہ سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ان دو دنوں سے بہتر دو دن مقرر فرمائے ہیں، ایک عیدالفطر اور دوسرا عیدالاضحیٰ۔ (ابوداؤد)

لہٰذا خوشی کے اس موقع پر رمضان المبارک کے روزوں کے اختتام اور تراویح کے اتمام پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے، دانستہ یا نادانستہ کوتاہیوں پر مغفرت طلب کی جائے اور دعا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اعمال کو شرف قبولیت بخشے۔

صدقۂ فطر

زکوٰۃ کی دو قسمیں ہیں، زکوٰۃ المال یعنی مال کی زکوٰۃ جو مال کی ایک خاص مقدار پر فرض ہے۔ زکوٰۃ البدن یعنی بدن کی زکوٰۃ، اس کو صدقۂ فطر کہا جاتا ہے۔

فطر کے معنی روزہ کھولنے یا روزہ نہ رکھنے کے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں اُس صدقہ کا نام صدقۂ فطر ہے جو ماہ رمضان کے ختم ہونے پر روزہ کھل جانے کی خوشی اور شکریہ کے طور پر ادا کیا جاتا ہے، نیز صدقۂ فطر رمضان کی کوتاہیوں اور غلطیوں کا کفارہ بھی بنتا ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا زَکوٰۃُ الْفِطْرِ طُھْرَۃٌ لِّلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفثِ، وَطُعْمَۃٌ لِّلْمَسَاکِیْن صدقۂ فطر روزہ دار کی بے کار بات اور فحش گوئی سے روزے کو پاک کرنے کے لیے اور مساکین کو کھانا کھلانے کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ (ابوداؤد، ۱۶۰۶، ابن ماجہ، ۱۸۷۲)

صدقۂ فطر کس پر فرض ہے؟

صدقۂ فطر ہر مسلمان پر فرض ہے، چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا، غلام ہو یا آزاد، روزہ رکھتا ہو یا نہیں، جو لوگ کسی عذر کی وجہ سے روزہ نہیں رکھتے ہیں ان پر بھی صدقۂ فطر فرض ہے۔ نماز عید سے پہلے جو بچہ پیدا ہو اس کی طرف سے بھی صدقۂ فطر ادا کرنا ضروری ہے کیوں کہ اس سے مقصد یہ ہے کہ مساکین کو اس روز سوال سے بے نیاز کر دیا جائے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کی روشنی میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کے مطابق جو مسلمان اتنا مالدار ہو کہ ضروریات سے زائد اُس کے پاس اُتنی قیمت کا مال واسباب موجود ہو جتنی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو اُس پر عیدالفطر کے دن صدقۂ فطر واجب ہوگا، چاہے وہ مال واسباب تجارت کے لیے ہو یا نہ ہو، چاہے اُس پر سال گزرے یا نہیں۔ غرضیکہ صدقۂ فطر کے وجوب کے لیے زکوٰۃ کے فرض ہونے کی تمام شرائط کا پایا جانا ضروری نہیں ہے۔ دیگر علماء کے نزدیک صدقۂ فطر کے وجوب کے لیے نصاب زکوٰۃ کا مالک ہونا بھی شرط نہیں ہے، یعنی جس کے پاس ایک دن اور ایک رات سے زائد کی خوراک اپنے اور زیر کفالت لوگوں کے لیے ہو تو وہ اپنی طرف سے اور اپنے اہل وعیال کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرے۔

صدقۂ فطر کس کو دینا چاہیے؟

صدقۂ فطر ہر ضرورت مند وغیر صاحب نصاب مسلمان سمیت

مفتیٰ بہ قول کے مطابق غریب غیر مسلم کو بھی دیا جاسکتا ہے، چناں چہ اپنے سے اوپر کے رشتے دار جیسے ماں باپ، دادا، دادی، نانا، نانی وغیرہ اور اپنے سے نیچے کے رشتے دار جیسے بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسہ، نواسی وغیرہ کو نہیں دے سکتے، البتہ جو برابر کے رشتے ہیں جیسے بھائی، بہن، خالہ، پھوپھی وغیرہ کو مستحق ہونے کی صورت میں صدقۂ فطر دینا دوہرے اجر کا باعث ہے۔ اسی طرح مدارس کے طلبہ کو دینا بھی دوہرے اجر کا باعث ہے۔ تاہم اولیٰ یہ ہے کہ ان سب ضرورت مندوں میں جو زیادہ مستحق ہو اسے صدقۂ فطر میں ترجیح دینی چاہیے۔

صدقۂ فطر کی ادائیگی کا وقت

صدقۂ فطر کی ادائیگی کا اصل وقت عید الفطر کے دن نمازِ عید سے پہلے ہے، البتہ رمضان کے آخر میں کسی بھی وقت ادا کیا جاسکتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ صدقۂ فطر نماز کے لیے جانے سے قبل ادا کردیا جائے۔ (بخاری ۱۵۰۹ و مسلم، ۲۲۸۵) حضرت نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما گھر کے چھوٹے بڑے تمام افراد کی طرف سے صدقۂ فطر دیتے تھے، حتیٰ کہ میرے بیٹوں کی طرف سے بھی دیتے تھے اور عید الفطر سے ایک یا دو دن پہلے ہی ادا کردیتے تھے۔ (بخاری: ۱۵۱۱)

نمازِ عید الفطر کی ادائیگی تک صدقۂ فطر ادا نہ کرنے کی صورت میں نمازِ عید کے بعد بھی قضا کے طور پر دے سکتے ہیں، لیکن اتنی تاخیر کرنا بالکل مناسب نہیں ہے، کیوں کہ اِس سے صدقۂ فطر کا مقصود ومطلوب ہی فوت ہوجاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کے الفاظ ہیں کہ جس نے اسے نمازِ عید سے پہلے ادا کردیا تو یہ قابل قبول زکوٰۃ (صدقۂ فطر) ہوگی اور جس نے نماز کے بعد اسے ادا کیا تو وہ صرف صدقات میں سے ایک صدقہ ہی ہے۔ (ابوداؤد، ۱۶۰۶) لہٰذا نمازِ عید سے قبل ہی صدقۂ فطر ادا کریں۔

صدقۂ فطر کی مقدار

صدقۂ فطر اجناس خوردنی سے دیا جائے جو عام طور پر وہاں کے لوگوں کی خوراک ہو۔ کھجور اور کشمش کو صدقۂ فطر میں دینے کی صورت میں علمائے امت کا اتفاق ہے کہ اس میں ایک صاع صدقۂ فطر ادا کرنا ہے۔ ایک صاع کا وزن ہمارے لحاظ سے تقریباً ساڑھے تین سیر ہوتے ہیں، البتہ گیہوں کو صدقۂ فطر میں دینے کی صورت میں اس کی مقدار کے متعلق علمائے امت میں زمانہ قدیم سے اختلاف چلا آرہا ہے۔ اکثر علماء کی رائے ہے کہ گیہوں میں آدھا صاع یعنی پونے دو سیر صدقۂ فطر میں ادا کیا جائے۔ حضرت عثمان، حضرت ابوہریرہ، حضرت جابر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہم سے صحیح سندوں کے ساتھ گیہوں میں آدھا صاع مروی ہے۔ ہندوستان و پاکستان کے علماء بھی مندرجہ ذیل احادیث کی روشنی میں فرماتے ہیں کہ صدقۂ فطر میں گیہوں آدھا صاع ہے، یہی رائے مشہور ومعروف تابعی حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بھی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا گیہوں کے ایک صاع سے دو آدمیوں کا صدقۂ فطر ادا کرو۔ کھجور اور جو کے ایک صاع سے ایک آدمی کا صدقۂ فطر ادا کرو۔ (دارقطنی، مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۂ فطر میں ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو ضروری قرار دیا۔ صحابۂ کرامؓ نے گیہوں کے آدھے صاع کو اس کے برابر قرار دیا۔ (بخاری ومسلم)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صدقۂ فطر ہر چھوٹے بڑے اور آزاد وغلام پر گیہوں کا آدھا صاع اور کھجور وجو کا ایک صاع ضروری ہے۔ (اخرجہ عبدالرزاق)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا صدقۂ فطر میں گیہوں کا آدھا صاع اور کھجور وجو کا ایک صاع ادا کرتی تھیں۔ (اخرجہ ابن ابی شیبہ)

وضاحت: صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حدیث ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقۂ فطر میں ایک صاع جو یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع کشمش یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع کھانے کی اشیاء سے دیا جائے اور کھانے کی اشیاء سے مراد جو یا کھجور یا پنیر یا کشمش ہے، لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال میں کسی بھی جگہ مذکور نہیں ہے کہ گیہوں سے ایک صاع دیا جائے، البتہ حدیث کی ہر مشہور ومعروف کتاب حتیٰ کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم میں موجود ہے کہ

صدقۂ فطر میں گیہوں دینے کی صورت میں صحابۂ کرام آدھا صاع (یعنی تقریباً پونے دوسیر) گیہوں دیا کرتے تھے، جیسا کہ مندرجہ بالا احادیث میں مذکور ہے۔

اکثر علماء کے قول کے مطابق جو یا کھجور یا کشمش کا ایک صاع (تقریباً ساڑھے تین سیر) یا گیہوں کا نصف صاع (تقریباً پونے دو سیر) یا اس کی قیمت صدقۂ فطر میں ادا کرنی چاہیے لیکن اختلاف سے قطع نظر اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہے اور وہ گیہوں سے بھی ایک صاع یا اس کی قیمت دینا چاہتا ہے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے۔

ہر شخص کو چاہیے کہ صدقۂ فطر اپنی حیثیت کے مطابق دے۔ صرف گندم کو مخصوص کر لینے سے اگرچہ صدقۂ فطر ادا ہو جاتا ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہے تو کشمش، کھجور یا جو کے مطابق صدقۂ فطر ادا کرے۔

کیا غلّہ واناج کے بدلے قیمت دی جاسکتی ہے؟

صدقۂ فطر میں نقد رقم دینا بھی جائز ہے۔ فقراء کی ضروریات کو ملحوظ رکھتے ہوئے صدقۂ فطر میں غلّہ کے بجائے نقد پیسے دینا بھی جائز ہے۔ حدیث میں ہے أغنوا هم فی هذا الیوم (دار قطنی) یعنی اِس دن فقراء کو بے پروا کردو۔ اس حدیث سے یہ استدلال ہوسکتا ہے کہ مساکین کی ضروریات کے مطابق غلّہ کے حساب سے نقدی دے سکتے ہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت امام بخاری، حضرت عمر بن عبدالعزیز، حضرت حسن بصری، علمائے احناف اور دیگر محدثین وفقہاء وعلماء نے تحریر کیا ہے کہ غلہ واناج کی قیمت بھی صدقۂ فطر میں دی جاسکتی ہے۔ زمانہ کی ضرورت کو دیکھتے ہوئے اب تقریباً تمام ہی مکاتب فکر کا اتفاق ہے کہ عصر حاضر میں غلہ واناج کے بدلے قیمت بھی دی جاسکتی ہے۔ صدقۂ فطر میں گیہوں کی قیمت دینے والے حضرات تقریباً پونے دوسیر گیہوں کی قیمت بازار کے بھاؤ کے اعتبار سے ادا کریں اور جو مال دار حضرات کھجور یا کشمش سے صدقۂ فطر ادا کرنا چاہیں تو وہ ایک صاع یعنی تقریباً ساڑھے تین سیر کی قیمت ادا کریں، اس میں غریبوں کا فائدہ ہے۔

شب عید کی فضیلت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عید الفطر اور عید الاضحی کی رات کو عبادت سے زندہ رکھا، اس کا دل اس دن نہ مرے گا جبکہ سب دل مرجائیں گے یعنی فتنوں کے زمانہ میں یا حشر کے دن شاداں وفرحاں ہوگا۔

عید الفطر کی شب میں عبادت کرنا مستحب ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان کے متعلق میری امت کو خاص طور پر پانچ چیزیں دی گئی ہیں جو پہلی امتوں کو نہیں ملیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کی مغفرت کردی جاتی ہے۔ صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا کہ کیا یہ شبِ مغفرت شبِ قدر ہی تو نہیں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ دستور یہ ہے کہ مزدور کا کام ختم ہوتے ہی اسے مزدوری دے دی جاتی ہے۔ (مسند احمد، بزار، بیہقی، ابن حبان) معلوم ہوا کہ عید کی رات میں بھی ہمیں عبادت کرنی چاہیے اور اِس بابرکت رات میں خرافات میں لگنے اور بازاروں میں گھومنے کے بجائے عشاء اور فجر کی نمازوں کی وقت پر ادائیگی کرنی چاہیے، نیز تلاوتِ قرآن، ذکر واذکار اور دعاؤں میں اپنے آپ کو مشغول رکھنا چاہیے یا کم از کم نمازِ عشاء اور نمازِ فجر جماعت کے ساتھ ادا کریں۔

عید کے دِن کا روزہ

عید الفطر کے دن میں روزہ رکھنا حرام ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر اور عید الاضحی کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

عید کے دِن کیا کھانا چاہیے؟

عید الفطر کے روز کچھ کھا کر عید کی نماز کے لیے جانا اور عید الاضحیٰ سے پیشتر کچھ نہ کھانا مسنون ہے۔ عید الفطر کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہ رہی ہے کہ نماز کے لیے نکلنے سے قبل طاق عدد (یعنی تین، پانچ یا سات) کھجوریں کھا کر نکلتے تھے۔ (صحیح بخاری)

نمازِ عید کی تیاری

عید کی نماز سے پہلے مسواک کرنا، غسل کرنا، خوشبو استعمال کرنا اور اچھے سے اچھا کپڑا پہننا چاہیے۔ (ابن ماجہ، الموطا، زاد المعاد)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ نمازِ

عید کے لیے پیدل جایا جائے۔ (ترمذی)

عیدالفطر کی نماز کے لیے جاتے ہوئے راستے میں آہستہ آواز سے یہ تکبیر پڑھتے رہنا چاہیے اَللّٰہُ اَکْبَرْ. اَللّٰہُ اَکْبَرْ. لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرْ. اَللّٰہُ اَکْبَرْ. وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔ (دارقطنی والبیہقی)

عید کی نماز کہاں پڑھیں؟

مسجد میں عید کی نماز پڑھنا خلافِ سنت ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہ رہی ہے کہ عید کی نماز آبادی سے باہر کھلی جگہ میں ادا فرماتے تھے، خلفائے راشدین کا بھی اسی پر عمل رہا ہے۔ اسی لیے علماء نے بغیر کسی عذر کے مسجد میں عید کی نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ (الشرح الممتع: ۵/ ۱۶۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحرا اور میدان میں نمازِ عید پڑھنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ (مجمع الزوائد، جلد ۲، ص ۲۰۶)

شرعی عذر: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ بارش کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ نے نمازِ عید مسجد میں پڑھائی۔

مقام غور ہے کہ مسجد نبوی میں ایک نماز پچاس ہزار نماز کا ثواب رکھتی ہے۔ پھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو چھوڑ کر عید کی نماز باہر پڑھتے تھے۔ معلوم ہوا کہ نمازِ عید میدان اور صحرا میں پڑھنی چاہئے۔ بلا عذر مسجد میں نمازِ عید پڑھنا خلافِ سنت ہے۔

مستورات عیدگاہ میں

حضرت اُمِ عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمیں دربارِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے حکم ہوا کہ ہم حائضہ اور پردہ نشین مستورات کو بھی عیدین میں (اپنے ہمراہ) نکالیں تاکہ وہ مسلمانوں کی دُعا اور جماعت میں شامل ہو جائیں، لیکن حائضہ نماز کی جگہ سے علیحدہ رہیں۔ ایک خاتون نے عرض کیا۔ اے رسولِ خدا! بعض دفعہ کسی کے پاس چادر نہیں ہوتی، فرمایا کہ اس کی سہیلی اپنی چادر میں اسے چھپا کر لے آئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹیوں اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو عید کی نماز میں لے جایا کرتے تھے۔

نمازِ عید کے احکام

(ا) نمازِ عید خطبہ سے پہلے صرف دو رکعت ہے۔

(ب) نمازِ عید میں نہ اذان ہے نہ اقامت (تکبیر)۔

(ج) عیدالفطر کے روز نمازِ عید سے قبل نمازِ اشراق یا کوئی بھی نفل نماز نہ پڑھیں۔ (بخاری و مسلم)

(د) عیدگاہ میں منبر لے جانا یا بنانا خلافِ سنت ہے۔ (ترمذی)

قرأت نمازِ عیدین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى اور دوسری میں هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ کی تلاوت فرماتے تھے (مسند احمد)۔ اور کبھی اسی ترتیب سے سورۂ ق اور سورۂ قمر پڑھتے تھے۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

عید کی نماز کا طریقہ اور خطبہ

عیدالفطر کی نماز کا وقت طلوعِ آفتاب کے بعد سے شروع ہو جاتا ہے۔ نمازِ عید دو رکعت ہے۔ پہلی رکعت میں سات تکبیریں قرأت سے پہلے اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں قرأت کے بعد کہے اور ہر تکبیر کے ساتھ دونوں ہاتھ اُٹھائے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

صفیں باندھ کے نیت کر کے امام کی اقتداء میں نماز شروع کریں۔ پہلی مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لیں، پھر ثناء یعنی سبحانک اللّٰھم پوری پڑھیں۔ ثناء کے بعد تین زائد تکبیریں کہیں۔ پہلی اور دوسری تکبیر پر ہاتھ کانوں تک اٹھا کر چھوڑ دیں، تیسری تکبیر پر ہاتھ کانوں تک اٹھا کر باندھ لیں۔ اس کے بعد امام تعوذ، تسمیہ، فاتحہ اور سورۃ پڑھ کر رکوع اور سجدہ کر کے دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہوگا۔ دوسری رکعت میں پہلے امام فاتحہ اور سورۃ پڑھے گا۔ پھر رکوع میں جانے سے پہلے امام اور مقتدی سب تین زائد تکبیریں کہیں گے، تینوں بار اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ کانوں تک اٹھا کر چھوڑ دیں، چوتھی بار اللہ اکبر کہہ کر رکوع کریں اور نماز آخر تک پوری کر کے سلام پھیر دیں۔

عید کی نماز کے بعد امام کا خطبہ پڑھنا سنت ہے، خطبہ شروع ہو جائے تو خاموش بیٹھ کر اُس کا سننا واجب ہے۔ جو لوگ خطبہ کے

دوران بات چیت کرتے رہتے ہیں یا خطبہ چھوڑ کر چلے جاتے ہیں وہ غلط کرتے ہیں۔

آمدورفت میں راستہ کی تبدیلی

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ آنے جانے کا راستہ تبدیل فرماتے تھے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عید کے دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم راستہ تبدیل کیا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری) یعنی جس راستے سے نماز عید کے لیے جاتے تھے، واپسی پر دوسرے راستے سے تشریف لاتے تھے۔

عید کی مبارک باد دینا

نمازِ عید کے بعد اپنے دوستوں، ساتھیوں اور پڑوسیوں کو عید کی مبارکباد دینا جائز ہے خصوصاً جس جگہ یہ رسم چلی آ رہی ہو لیکن اسے عبادت کی حیثیت نہ حاصل ہو بلکہ صرف عادت کے طور پر لوگ کسی بھی خوشی کے موقع پر آپس میں ایک دوسرے کو مبارکباد پیش کرتے ہوں جیسا کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں آتا ہے کہ جب وہ عید سے واپس ہوتے تو ایک دوسرے سے کہتے تھے تَقَبَّلَ اللهُ مِنَّا وَ مِنْكَ اللہ تعالیٰ ہم سب کی عید اور دیگر اعمال صالحہ قبول فرمائے (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۲۰۶)

شوّال کے چھ روزے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص رمضان کے روزے رکھ کر عید کے بعد چھ روزے ماہ شوّال کے رکھے، وہ ہمیشہ روزہ رکھنے کا ثواب پائے گا۔ (مسلم، ترمذی، ابن ماجہ)

حدیث میں ہے مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ أَتْبَعه سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ کے الفاظ ہیں۔ یعنی رمضان شریف کے روزوں کے بعد شوال کے چھ روزے اس کے پیچھے لگائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عید کے بعد ماہ شوال میں کسی بھی چھ دن روزے رکھ لے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے رمضان کے روزے رکھے، پھر اُس کے بعد چھ دن شوال کے روزے رکھے تو وہ ایسا ہے گویا اُس نے سال بھر روزے رکھے۔ (صحیح مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ) اس مذکورہ حدیث میں دہر کا لفظ آیا ہے، جس کے اصل معنی زمانے کے ہیں، لیکن دیگر احادیث کی روشنی میں یہاں سال مراد ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو بشارت دی ہے کہ ماہِ رمضان کے روزے رکھنے کے بعد شوال کے چھ روزے رکھنے والا اس قدر اجر وثواب کا حق دار ہوتا ہے کہ گویا اس نے پورے سال روزے رکھے، اللہ تعالیٰ کے کریمانہ قانون کے مطابق ایک نیکی کا ثواب کم از کم دس گنا ملتا ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: جو شخص ایک نیکی لے کر آئے گا اس کو دس نیکیوں کا ثواب ملے گا۔ (سورۃ الانعام: ۱۶۰) تو اس طرح جب کوئی ماہ رمضان کے روزے رکھے گا تو دس مہینوں کے روزوں کا ثواب ملے گا اور جب شوال کے چھ روزے رکھے گا تو مزید ۶۰ دنوں کے روزوں کا ثواب ملے گا تو اس طرح مل کر بارہ مہینوں یعنی ایک سال کے برابر ثواب ہو جائے گا۔

مذکورہ فضیلت کے علاوہ علمائے کرام نے تحریر کیا ہے کہ رمضان المبارک کے روزوں میں جو کوتاہیاں سرزد ہو جاتی ہیں، شوال کے ان چھ روزوں سے اللہ تعالیٰ اس کوتاہی اور کمی کو دور فرما دیتے ہیں۔ اس طرح ان چھ روزوں کی رمضان کے فرض روزوں سے وہی نسبت ہوگی جو سنن ونوافل کی فرض نمازوں کے ساتھ ہے کہ اللہ تعالیٰ سنن ونوافل کے ذریعہ فرض نمازوں کی کوتاہیوں کو پورا فرما دیتا ہے جیسا کہ واضح طور پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

احادیث میں چھ روزے مسلسل رکھنے کا ذکر نہیں ہے، لہٰذا یہ چھ روزے ماہِ شوال میں عید الفطر کے بعد لگاتار بھی رکھے جا سکتے ہیں اور بیچ میں ناغہ کر کے بھی۔ غرضیکہ رمضان کے فوراً بعد یا لگاتار رکھنا کوئی شرط نہیں ہے، ماہ شوال میں کبھی بھی مسلسل یا بیچ میں ناغہ کر کے ۶ روزے رکھنے سے یہ فضیلت حاصل ہو جائے گی۔

اگر کسی شخص نے ان چھ روزوں کو رکھنا شروع کیا، لیکن کسی وجہ سے ایک یا دو روزہ رکھنے کے بعد دیگر روزے نہیں رکھ سکا تو اس پر باقی روزوں کی قضا ضروری نہیں ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص ہر سال ان روزوں کے رکھنے کا اہتمام کرتا ہے، مگر کسی سال نہ رکھ سکے تو وہ گناہ گار نہیں ہے اور نہ ہی اس پر ان روزوں کی قضا واجب ہے۔

❁❁❁

آخری عشرہ کی اہمیت وفضیلت

امتیاز شمیم قاسمی

جیسے جیسے رمضان اپنے اختتام کی جانب رواں دواں ہوتا ہے، ویسے ویسے مومنوں خصوصاً سعید روحوں کے اندر برائیوں کو اچھائیوں سے مٹانے اور نیکیوں سے اپنے قلوب کو روشن سے روشن ترین کرنے کی طمع وحرص بڑھتی چلی جاتی ہے اور بڑھنا بھی چاہیے، کیوں کہ یہ وہ بہترین رات ہے جس میں قرآن کا نزول ہوا اور قرآن کریم ہی کی زبان میں جسے شب قدر کہا گیا اور جس کے بارے میں مومنوں کو یہ مژدۂ بیش بہا بھی سنا دیا گیا کہ وہ رات ہزار راتوں سے بہتر ہے (سورہ قدر)۔ حدیث پاک کے مطابق قدر والی وہ مبارک شب، رمضان المبارک کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے ہی کوئی ایک ہے، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''شب قدر کو رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کیا کرو'' اور ایک روایت میں ہے کہ ''رمضان کی آخری سات طاق راتوں میں تلاش کیا کرو''۔ (متفق علیہ)۔ آخری عشرہ اس لیے بھی بے انتہا اہمیت وفضیلت کا حامل ہے کہ اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اعتکاف کا ثبوت ملتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف خود ہر سال اعتکاف فرماتے، بلکہ اپنے اصحاب کو اس کی ترغیب بھی دیتے تھے، خود بھی عبادت کے لیے شب بیداری کرتے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگایا کرتے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلعم ہر سال رمضان المبارک میں دس دن اعتکاف فرماتے تھے اور جس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک ہوا اس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس دن اعتکاف کیا (متفق علیہ)۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ''جب آخری عشرہ شروع ہوتا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کمر بستہ ہوجاتے، اس کی راتوں کو زندہ رکھتے (یعنی شب بیدار رہتے) اور گھر والوں کو جگایا کرتے''۔ (متفق علیہ)

اعتکاف کہتے ہیں دنیا و مافیہا سے یکسر علیٰحدہ ہوکر اللہ کے ذکر وورد اور عبادت کی خاطر مسجد میں گوشہ نشینی اختیار کرلینا۔ اس کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ آدمی بیسویں روزہ کے غروب آفتاب یا افطار سے قبل، دنیاوی معاملات سے مکمل طور پر الگ ہوکر مسجد میں اپنے قیام وطعام کا انتظام کرلے اور عبادت الٰہی وذکر خداوندی میں مشغول ہوجائے اور لگاتار نو دس دنوں تک مشغول رہے یہاں تک کہ عید الفطر کا چاند نظر آجائے۔ اعتکاف کرنے والا جہاں ہر وقت بلکہ ہر لمحہ وہر گھڑی ذکر وفکر، تلاوت قرآن، تہجد، اشراق، تسبیحات، تزکیۂ نفس، احتساب ایمان و اعمال اور ان جیسی دیگر عبادتوں کے ذریعہ اپنے گناہوں ولغزشوں کی معافی وتلافی کرکے، خود کو روحانی شفافیت بخشنے، دل کو مجلّٰی

ومنور کرنے اور اللہ سے قریب تر ہونے میں کامیاب ہوگا، وہیں وہ شب قدر جیسی مقدس وعظیم رات اور اس رات کی ہزار گنا فضیلت وبہتری سے بھی بہرہ ور ہوگا، اور اس مخصوص رات میں کی گئی اپنی تمام تر عبادتوں کا ثواب ہزار گنا مزید حاصل کرنے میں بھی کامیاب ہوگا۔ اعتکاف اتنی عظیم عبادت ہے کہ معتکف کو حضور اکرمؐ نے حج اور عمرہ کے برابر ثواب کی بشارت دی ہے، بیہقی کی روایت ہے کہ ''جس نے رمضان میں دس دنوں کا اعتکاف کیا، وہ دو حج اور دو عمروں کی طرح ہوگا''۔

رمضان کے آخری عشرہ میں شب قدر کی تلاش وجستجو اور سنت اعتکاف جیسے مخصوص اعمال کے علاوہ ایک اور اہم ترین عمل ہے جو اس عشرے کی فضیلت واہمیت میں چار چاند لگا دیتا ہے، وہ ہے صدقۃ الفطر کی ادائیگی کا عمل۔ یہ صدقہ ہر صاحب حیثیت مسلمان پر تقریباً دو سیر گندم یا اس کی قیمت کے حساب سے واجب ہے، یہ صدقہ دراصل رمضان المبارک کے دوران صائمین سے سرزد ہونے والی بھول چوک، لغویات وواہیات اور منکرات سے کفارہ کا ایک ذریعہ ہے، اس صدقہ سے عید کے خوش کن موقع پر غربا ومساکین کی مدد ودلجوئی بھی مقصود ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''روزہ دار سے جو لغویات اور فضول حرکتیں سرزد ہوتی ہیں، فطرانہ ان سے روزوں کی تطہیر کرتا ہے اور مساکین کی خوراک کا ذریعہ ہے''۔ لہٰذا اس کی ادائیگی عید کی نماز سے پہلے ہونی چاہیے تاکہ غربا ونادار اور مفلس ومساکین جو اس صدقے کے اصل حقدار ہیں، اپنی ضروریات کی چیزیں خرید کر سب کے ساتھ عید کی خوشیوں میں شریک ہوسکیں، حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فطرانے کی زکوٰۃ فرض فرمائی ہے، ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو، ہر غلام اور آزاد، مرد اور عورت، چھوٹے اور بڑے مسلمان کی طرف سے اور حکم فرمایا کہ اسے لوگوں کے نماز عید کے لیے نکلنے سے پہلے ہی ادا کر دیا جائے''۔ (متفق علیہ)۔ دوسری روایت ہے، اس میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا صدقہ فطر نماز عید کے لیے جانے سے پہلے ادا کیا جائے'' (مسلم، ابوداؤد، نسائی)۔ صدقہ فطر کی اہمیت کا اندازہ حدیث پاک کے ان الفاظ سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ''روزے زمین وآسمان کے درمیان معلق رہتے ہیں جب تک فطرانے کی ادائیگی نہ ہوجائے''۔

اس ماہ مبارک کے فیوض وبرکات سے جو لوگ واقف ہیں وہ رمضان المبارک میں عبادات کا کوئی موقع ضائع نہیں کرتے، کیوں کہ رمضان شریف تو آتا ہی اسلئے ہے کہ خدا کے دیے ہوئے انعامات سے زیادہ سے زیادہ حصہ حاصل کیا جائے، گناہوں سے توبہ کیا جائے، برائیوں کے نہ کرنے کا عہد کیا جائے، اور اللہ سے اپنے دینی ودنیاوی خیر وفلاح کی دعائیں مانگی جائیں، وہ خالق کائنات ہے اور ہماری جائز وحلال دعاؤں کو کبھی رد نہیں کرتا، خشوع وخضوع کے ساتھ اگر اللہ کے سامنے دست سوال دراز کیا جائے تو وہیں سے پروانۂ قبولیت عطا کر دیا جاتا ہے۔ اللہ رب العزت ہم سب کو رمضان المبارک کے فیوض وبرکات سمیٹنے اور زیادہ سے زیادہ عبادات میں مشغول رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

قرآنی مدّات

زکوٰۃ کی معنویت واہمیت

اختر امام عادل قاسمی، مہتمم جامعہ ربانی منوروا شریف

زکوۃ اسلام کے معاشی نظام کا ایک اہم حصہ ہے، جس سے مملکت کی بڑی تعداد اور انسانیت کا بڑا طبقہ مستفید ہوتا ہے، مملکت کے مالی واجبات اور دیگر اقتصادی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے اسلام کے پاس ایک مکمل معاشی نظام موجود ہے اور جب تک کسی سوسائٹی میں پوری طرح وہ معاشی نظام رائج نہ ہو اس وقت تک نہ اسلامی اقتصادیات کی معنویت سمجھ میں آسکتی ہے اور نہ سوسائٹی کی تمام ضرورتوں کی تکمیل ہوسکتی ہے۔

اسلامی بیت المال کی مالی مدات

قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے تو اسلامی مملکت کی آمدات کو بالعموم چار حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے: یعنی اسلامی بیت المال میں چار قسم کی مالی آمدات جمع ہوتی ہیں:

(۱) خمس: (الف) خمس غنائم: یعنی جنگ کے مواقع پر دشمنوں سے حاصل شدہ مال غنیمت کا پانچواں حصہ، چار حصے مجاہدین میں تقسیم ہوتے ہیں اور پانچواں حصہ بیت المال میں جمع ہوتا ہے۔

(ب) خمس معادن: یعنی مختلف قسم کی کانوں سے نکلنے والی اشیاء کا پانچواں حصہ۔

(ج) خمس رکاز: یعنی زمین سے دریافت شدہ کسی قدیم خزانہ کا پانچواں حصہ۔

(۲) صدقات: اس میں مسلمانوں کی زکوٰۃ صدقۂ فطر اور زمینی پیداوار کا عشر وغیرہ سب داخل ہیں۔

(۳) خراج اور مال فئی: اس میں غیر مسلموں کی زمینوں سے حاصل شدہ خراج اور ان کا جزیہ اور ان سے حاصل شدہ تجارتی ٹیکس اور وہ تمام اموال داخل ہیں، جو غیر مسلموں سے ان کی رضامندی کے ساتھ مصالحانہ طور پر حاصل ہوں۔

(۴) ضوائع: اس میں لاوارث مال، لاوارث شخص کی میراث وغیرہ داخل ہیں۔

ان چاروں مدات کے لئے الگ الگ مصارف مقرر کئے گئے ہیں، مگر فقراء ومساکین کا حق سب میں رکھا گیا ہے۔

پہلی مد یعنی خمس غنائم کے مصارف سورۂ انفال میں بیان کئے گئے ہیں، دوسری مد صدقات کے مصارف کا بیان سورۂ توبہ میں آیا ہے، تیسری مد مال فئی وغیرہ کا ذکر سورۂ ”حشر“ میں تفصیل کے ساتھ آیا ہے، اسلامی حکومت کی اکثر انتظامی ضروریات

(فوجی اخراجات، حکومت کے ملازمین کی تنخواہیں، تعمیری وترقیاتی منصوبے وغیرہ) اسی مد سے پوری کی جاتی ہیں۔ چوتھی مد یعنی لاوارث مال رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات اور خلفائے راشدین کے تعامل کی روشنی میں معذوروں، محتاجوں اور لاوارث بچوں کے لئے مخصوص ہے۔ (ردالمحتار کتاب الزکوۃ، خطب فی بیان بیوت المال ومصارفہا: ۳/ ۲۵۵،۲۵۶)

اگر ہم مذکورہ بالا مدات میں کسی مد کو دوسری مدات کے مصارف میں خرچ کرنے لگیں اور شریعت اسلامیہ نے مالی مدات اور ان کے مصارف کے درمیان جو خط امتیاز کھینچا ہے، اس کا لحاظ نہ کر کے مصارف کو خلط ملط کر دیں، تو یہ ہماری بدترین غلطی ہوگی۔

اسلام نے ایک مکمل معاشی نظام کے لحاظ سے بیت المال کا ایک وسیع تصور دیا ہے اور ہر مد کے لیے جداگانہ تقاضے مقرر کیے ہیں۔ اگر کسی سوسائٹی میں اسلامی بیت المال کا وسیع نظام قائم نہ ہو یا اس نظام کا صرف ایک جز ورائج ہو اور اس کی وجہ سے بہت سے بظاہر ضروری مصارف بیت المال کی امداد سے محروم ہو جاتے ہوں اور ان تک مسلمانوں کی رقم نہ پہنچ پاتی ہو تو یہ ہماری ناقص سوسائٹی کا قصور ہے، اسلام کے نظام بیت المال کا نہیں۔

زکوٰۃ اسلام کے معاشی نظام کا ایک حصہ

زکوٰۃ اسلام کے اسی معاشی نظام کا ایک حصہ ہے، زکوٰۃ سے حاصل ہونے والی آمدنی اسلامی بیت المال میں کافی اہمیت رکھتی ہے، مگر جس طرح اس کے حاصل ہونے کے لئے اسلام نے بہت سی بنیادی ہدایات دی ہیں، اسی طرح اس کے خرچ کرنے کے لئے بھی کچھ اصول اور مصارف مقرر کئے ہیں۔

زکوٰۃ کے مصارف

قرآن مجید میں زکوٰۃ کے آٹھ مصارف بیان کئے گئے ہیں:

انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیها والمؤلفة قلوبهم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل الله وابن السبیل فریضةً من الله والله علیم حکیم (سورۂ توبہ:۶۰)

ترجمہ: ”فرض زکوٰۃ صرف حق ہے غریبوں کا اور محتاجوں کا اور جو کارکن ان صدقات کی وصولی پر مقرر ہیں اور جن کی دلجوئی کرنا منظور ہے اور غلاموں کی گردن چھڑانے میں صرف کیا جائے اور قرضداروں کے قرضہ ادا کرنے میں اور جہاد والوں کے سامان میں اور مسافروں کی امداد میں، یہ حکم اللہ کی طرف سے مقرر ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں۔“

خدا کی طرف سے یہ تقسیم ایسی قطعی اور واضح ہے کہ اس میں کسی ترمیم وتبدیل کی گنجائش نہیں ہے، ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور مدِ زکوٰۃ سے مدد کا طالب ہوا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ آیت کریمہ کے حوالے سے ارشاد فرمایا:

ان الله تعالیٰ لم یرض بحکم نبی ولا غیره فی الصدقات حتی حکم فیها هو فجزّأها ثمانیة فان کنت من تلک الاجزاء اعطیتک حقک (ابوداؤد، ج:۲،ص:۲۸۱، مختصر السنن، ج:۲،ص:۲۳۱ دارالمعرفۃ)

ترجمہ: ”صدقات کی تقسیم کو اللہ تعالیٰ نے کسی نبی یا غیر نبی کے حوالہ نہیں کیا؛ بلکہ خود ہی اس کے آٹھ مصارف متعین

فرمادیئے۔اگرتم ان آٹھ میں داخل ہوتوتمہیں دے سکتا ہوں۔“

مدات زکوٰۃ کی اہمیت ومعنویت

قرآن کی مقرر کردہ یہ آٹھ مدات بڑی اہمیت کی حامل ہیں،ان کے اندر انسانی زندگی کی بہت سی انفرادی اور اجتماعی ضروریات آگئی ہیں،علامہ ابن تیمیہؒ نے ان مدات کی معنویت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ ان مدات میں بنیادی طور پر دو باتوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

(۱) ایک یہ کہ مسلمانوں کی ضروریات کی تکمیل۔

(۲) اسلام کی نصرت وتقویت۔

فقراء ومساکین،عاملین زکوٰۃ،غلامی یا قرض میں مبتلا شخص یا مسافر کی امداد میں عام مسلمانوں کی ضرورت کو ملحوظ رکھا گیا ہے اور مجاہدین اور مؤلفۃ القلوب کی مالی اعانت میں اسلام کی نصرت واستحکام کا پہلو پیش نظر ہے۔(فتاویٰ ابن تیمیہ،ج:۲۵،ص:۴۰)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے مدات زکوٰۃ کی معنویت کا تجزیہ اس طرح کیا ہے:

(۱) مملکت اور انسانی زندگی کی ضروریات اور مسائل تو بیشمار ہیں،مگر بنیادی طور پر انسان کو اسلامی حکومت میں رہتے ہوئے تین قسم کے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے:

(۱) شخصی ضروریات:فقراء ومساکین،مسافر اور مقروض میں انہی ضروریات کا احاطہ کیا گیا ہے۔

(۲) مسلمانوں کی اجتماعی حفاظت کا مسئلہ،اس ذیل میں مجاہدین اور عاملین آتے ہیں۔

(۳) حقیقی یا امکانی شرور وفتن کے دفاع کا مسئلہ اس ذیل میں مؤلفۃ القلوب اور جرمانہ کی بعض شکلیں آتی ہیں۔(حجۃ اللہ البالغہ ۲/۴۵ مطبوعہ رشیدیہ دہلی)

حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے ”فقر اور سفر“ کو تمام مدات کا خلاصہ قرار دیا ہے۔(العرف الشذی علی الترمذی،ج:۱،ص:۱۴۲)

قرآنی مدات میں کسی ترمیم کی گنجائش نہیں ہے

اگر ہم ان مدات پر الگ الگ نظر ڈالیں تو ان کی معنویت اور بھی اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے۔

آیت کریمہ میں زکوٰۃ کے لئے آٹھ مدات بیان کی گئی ہیں،اور کلمہ حصر ”انما“ اور احادیث کی روشنی میں تمام علماء کا اتفاق ہے کہ ان مدات میں کسی اضافہ کی گنجائش نہیں ہے،یہ تو ممکن ہے کہ کسی مقام پر یہ تمام مدات بیک وقت موجود نہ ہوں،ایسے حالات میں جمہور فقہاء کے نزدیک زکوٰۃ تمام مدات تک پہنچانا ضروری نہیں ہے بلکہ مذکورہ مدات میں سے جو بھی بآسانی دستیاب ہو جائے اپنی زکوٰۃ اس میں صرف کر دینا درست ہے،یہ رائے حنفیہ،مالکیہ،حنابلہ،حضرت سفیان ثوری اور امام ابوعبید رحمہم اللہ کی ہے۔صحابۂ کرامؓ میں حضرت عمر بن الخطابؓ اور حضرت ابن عباسؓ کی بھی یہی رائے ہے۔(المغنی ۲/۶۸۸،۶۷۰، فتح القدیر ۲/۱۸،الشرح الکبیر وحاشیہ الدسوقی ۱/۴۹۸)

البتہ حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک موجود تمام مدات تک زکوٰۃ پہنچانا ضروری ہے اور اگر یہ تمام مدات موجود نہ ہوں تو کم از کم تین مدات کو بہرحال اپنی زکوٰۃ برابر برابر پہنچانا لازمی ہے۔

(المجموع ٦ / ۱۸۵، ۱۸٦، شرح المنهاج وحاشیۃ القلیوبی وغیرہ ۳ / ۲۰۱، ۲۰۲، الموسوعۃ الفقہیہ ۲۳ / ۳۳۰)

اس کے بعد ہم ان مدات پر ایک نظر ڈالتے ہیں جن کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے۔

فقراء ومساکین

فقراء ومساکین زکوٰۃ کے سب سے اہم ترین مصرف ہیں اور زکوٰۃ وصدقات کا نظام بڑی حد تک غربت ومسکنت ہی کے خاتمہ کے لئے جاری کیا گیا ہے، اسی لئے اس نظام سے سب سے زیادہ فقراء ومساکین کو استفادہ کا موقع دیا گیا، گو بیت المال کی تمام ہی مدات میں فقراء ومساکین کا حصہ ہے، مگر صدقات کا شعبہ خاص طور پر اسی طبقہ کے لئے ہے اور کہنا چاہئے کہ یہ "شعبۂ فقراء ومساکین" ہے، اگر چہ کہ اس میں بعض دیگر طبقات کے افراد بھی شامل ہیں، جو اپنے مجموعی حالات کے لحاظ سے زمرۂ مساکین میں شامل نہیں ہیں، لیکن حنفیہ کے بقول شعبۂ زکوٰۃ سے ان کے لئے بھی امداد کی فراہمی اسی وقت ممکن ہے جبکہ وہ اپنے حالات کے سبب اس کے واقعی ضرورت مند ہوں، اس سے صرف "عاملین زکوٰۃ" کا استثناء ہے کہ ذاتی زندگی میں خوشحال ہونے کے باوجود مدّ زکوٰۃ سے بقدر خدمت ان کو دینا جائز ہے۔ (فتح القدیر ۲ / ۱٦، ردالمحتار ۳ / ۲٦۱)

فقیر اور مسکین کا فرق

فقراء اور مساکین کی اصطلاحی تعریف میں جزوی طور پر تھوڑا اختلاف ہے اور اسی اختلاف سے یہ اختلاف بھی نکلا ہے کہ ان دونوں میں زیادہ ضرورت مند کون ہے؟

(۱) حنفیہ کے نزدیک فقیر اس کو کہتے ہیں، جس کے پاس نصاب کے بقدر مال نہ ہو، مالک نصاب شخص اصطلاح میں غنی شمار ہوگا اور اس کے لئے زکوٰۃ لینا یا اس کو زکوٰۃ دینا جائز نہ ہوگا۔ البتہ اگر کسی کے پاس ناقص نصاب ہو مگر اس کی ضروریات بھی اسی کے بقدر ہوں، تو وہ فقیر ہے، اس کے لئے زکوٰۃ لینا درست ہوگا اور اگر ضروریات اتنی نہ ہوں تو اگر چہ کہ وہ اصطلاحی فقیر ہے مگر اس کے لئے زکوٰۃ لینا درست نہ ہوگا۔ (فتح القدیر، ج: ۲، ص: ۱۵)

* مالکیہ کے نزدیک جس شخص کے پاس ایک سال کے بقدر غذائی اشیاء موجود نہ ہوں وہ فقیر ہے۔

* اور حنفیہ ومالکیہ کے نزدیک مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو اور لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرنے کے لئے مجبور ہو۔ (فتح القدیر ۲ / ۱۵، الدسوقی ۱ / ۴۹۳)

* شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک فقیر وہ ہے جس کے پاس کچھ بھی مال نہ ہو اور نہ ضرورت کے موافق کمائی ہو اور مسکین وہ ہے جس کی آمدنی اس کی آدھی یا آدھی سے زیادہ ضروریات کی کفالت کر سکتی ہو۔ (حوالۂ بالا)

فقر ومسکنت کا ثبوت

کسی مستور الحال شخص کے لئے فقر ومسکنت کا ثبوت محض اس کے دعویٔ فقر سے ہو جائے گا۔ اس سے قسم لینے کی ضرورت نہیں ہے، جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث میں سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں سائلین کے سوال پر یقین فرما کر ارشاد فرمایا: "اگر تم دونوں چاہو تو میں دے دوں گا" البتہ اگر کسی کا جھوٹ

ظاہر ہو جائے تو محض اس کے دعویٰ پر اس کو فقیر نہیں مانا جائے گا اور اس کو زکوٰۃ دینا درست نہ ہوگا۔

یا کوئی شخص اپنی ظاہری حالت کے خلاف دعویٰ کرے مثلاً کوئی صاحب عیال ہونے کا دعویٰ کرے یا وہ خوش پوش وخوش حال شخص مانا جاتا تھا اور اب دعویٰ کرے کہ میرا سب کچھ ختم ہو چکا ہے، میں فقیر ہو چکا ہوں تو ان حالات میں دعویٰ کی تصدیق کے لئے تحقیق حال ضروری ہے۔ (المغنی ۲ / ۶۶۳، ۶ / ۴۲۳، الانصاف ۳ / ۲۴۵، المجموع ۶ / ۱۹۵، الموسوعہ ۲۳ / ۳۱۸)

* یہاں ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ کسی فقیر یا مسکین کو زکوٰۃ سے کس حد تک دینا درست ہے؟

جمہور فقہاء کی رائے یہ ہے کہ زکوٰۃ سے کسی فقیر و مسکین کو اس حد تک دیا جا سکتا ہے جو اس کی سال بھر کی ضروریات کے لئے کافی ہو جائے، اس سے زیادہ دینے کی اجازت نہیں ہے۔ اس لئے کہ آئندہ سال پھر تقسیم زکوٰۃ کے موقع پر اس کو اس میں سے حصہ ملے گا۔

شافعیہ کا ایک قول یہ ہے کہ کسی فقیر و مسکین کی مدد اس حد تک کی جانی چاہئے کہ وہ سطح غربت سے بلند ہو کر مالداری کی حد میں داخل ہو جائے اور ہمیشہ کے لئے وہ پستی کی اس حالت سے نجات پا جائے، اگر وہ شخص کسی صنعت و حرفت سے وابستہ ہو تو اس کے لئے وہ آلات اور مشینیں خرید کر حوالہ کی جائیں جن سے وہ اپنے پیشہ پر کھڑا ہو سکے اور خود کفیل بن سکے۔

جبکہ حنفیہ کسی فقیر کی صرف اس حد تک امداد کی اجازت دیتے ہیں جس سے فقر و مسکنت کا اطلاق اس پر باقی رہے، اس سے زیادہ دینا مکروہ ہے، اس لئے کہ اگر زکوٰۃ دیتے ہی وہ مالدار قرار پائے تو یہ قلب معکوس ہو جائے گا، البتہ اگر وہ مقروض ہو یا اس پر اہل وعیال کی یا دوسری مالی ذمہ داریاں ہوں تو زائد دینا بھی بلا کراہت جائز ہوگا۔ (فتح القدیر والعنایۃ ۲ / ۲۸، شرح منتہی الارادات والانصاف ۳ / ۲۲۸، المغنی ۶ / ۶۶۵، الدسوقی ۱ / ۴۹۴، المجموع ۶ / ۱۹۴)

عاملین زکوٰۃ

عاملین زکوٰۃ سے مراد اسلامی حکومت کی طرف سے مقرر کردہ کارکنان ہیں جو زکوٰۃ کی وصولی کے سلسلے میں مامور ہوں، خواہ وہ فیلڈ ورکر ہوں یا آفس کے ملازمین۔

حنفیہ کے نزدیک تمام مدات زکوٰۃ میں یہ واحد مد ہے جس میں فقر واحتیاج کی شرط نہیں ہے، یعنی یہ ملازمین اور کارکنان ذاتی زندگی میں خوشحال اور مالدار بھی ہوں تب بھی زکوٰۃ سے اپنی محنت کے بقدر حصہ پانے کے مستحق ہوں گے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"زکوٰۃ کسی مالدار کے لئے جائز نہیں سوائے چند اشخاص کے جن میں ایک عامل بھی ہے"۔ (ابن ماجہ ۱ / ۵۹۰ مطبوعہ الحلبی بروایت حضرت ابوسعید الخدریؓ)

اس لئے کہ عامل زکوٰۃ کو زکوٰۃ کی مد سے جو کچھ ملتا ہے وہ بطور اجرت اور معاوضہ عمل ملتا ہے اور اجرت اجیر کا حق ہے خواہ اجیر شخصی طور پر کتنا ہی خوشحال اور صاحب مال ہو، البتہ حنفیہ کے نزدیک عامل کی اجرت اگر اس کی جمع کردہ زکوٰۃ کے نصف سے زیادہ بنتی ہو تو نصف سے زائد اجرت اس کو نہیں ملے گی۔ (فتح القدیر ۲ / ۱۶)

شافعیہ اور حنابلہ کی رائے میں عامل سے وقت یا عمل کے تعیین کے ساتھ باقاعدہ اجرت کا معاملہ بھی کیا جاسکتا ہے، البتہ اگر اس کی اجرت جمع کردہ زکوٰۃ کی قیمت سے متجاوز ہوجائے تو بقیہ اجرت زکوٰۃ کے بجائے بیت المال سے ادا کی جائے گی۔ (المجموع ۶/۱۶۸-۱۸۷، المنہاج وشرحہ حاشیۃ القلیوبی ۳/۱۹۶، ۴۲۶)

دراصل زکوٰۃ وصول کرنے کی ذمہ داری امیر وقت کی ہے، مگر ظاہر ہے کہ امیر تنہا اس ذمہ داری کو پورا نہیں کرسکتا، اس لئے کارکن بحال کئے جاتے ہیں اور ضابطہ کے مطابق ملازمین کو متعلقہ شعبہ کی آمدنی سے تنخواہ ادا کی جاتی ہے۔ قرآن نے اس مصرف کو بیان کرنے کے لئے جو تعبیر اختیار کی ہے اسی سے اس کے استحقاق کی نوعیت بھی سمجھ میں آتی ہے، "والعاملین علیہا" یعنی اس طبقہ کو شعبۂ زکوٰۃ سے جو کچھ ملے گا وہ ان کے عمل کی بنیاد پر ملے گا۔

غیر مسلموں کو زکوٰۃ نہیں دی جائے گی

(۱) جہاں تک پہلے مسئلے کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں مشہور بات وہی ہے کہ عہد نبوی میں غیر مسلموں کو بھی تالیف قلب کے لئے زکوٰۃ سے حصہ دیا جاتا تھا، مگر علماء محققین کی رائے اس کے خلاف ہے، محققین کے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ عہد نبوی میں بھی زکوٰۃ صرف مسلمانوں کو دی جاتی تھی، غیر مسلموں کو زکوٰۃ سے نہیں بلکہ بیت المال کی دیگر مدات سے دیا جاتا تھا۔ امام رازی، علامہ قرطبی، قاضی ثناء اللہ پانی پتی اور علماء متاخرین میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحب وغیرہ نے اس موضوع پر تفصیلی کلام کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ جن غیر مسلموں کا ذکر اس ذیل میں ملتا ہے ان کا زکوٰۃ سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

قاضی ثناء اللہ لکھتے ہیں:

لم یثبت ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعطی احدًا من الکفار للایلاف شیئًا من الزکوٰۃ (تفسیر مظہری ۴/۲۳۴)

ترجمہ: یعنی یہ بات کسی روایت سے ثابت نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی غیر مسلم کو مال زکوٰۃ سے اس کی دلجوئی کے لئے حصہ دیا ہو۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

"اس کی تائید تفسیر کشاف کی اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ مصارف صدقات کا بیان یہاں ان کفار ومنافقین کے جواب میں آیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تقسیم صدقات کے بارے میں اعتراض کیا کرتے تھے، کہ ہم کو صدقات نہیں دیتے، اس آیت میں مصارف صدقات کی تفصیل بیان فرمانے سے مقصد یہ ہے کہ ان کو بتلایا جائے کہ کافر کا حق مال صدقات میں نہیں ہے"۔

زکوٰۃ صرف بنیادی مسائل کا حل ہے

البتہ اس میں انسانی زندگی کی صرف بنیادی ضروریات اور مسائل کو پیش نظر رکھا گیا ہے جس پر زندگی کی بقا اور اس کے تشخص وامتیاز کا تحفظ موقوف ہے۔

اس نظام کے تحت انسانوں کے ترقیاتی منصوبوں اور اعلیٰ فلاحی چیزوں کو شامل نہیں کیا گیا ہے بلکہ ان کو بیت المال کی دوسرے مدات کے لئے چھوڑ دیا گیا ہے۔ نظام زکوٰۃ دراصل

"شعبۂ غرباء" ہے یعنی ایک عام انسان کو زندگی میں کن بنیادی ضرورتوں اور مسائل سے سابقہ پڑسکتا ہے، اس نظام کے تحت صرف ان کا حل ڈھونڈا گیا ہے۔ ہم اگر ان مدات پر غور کریں گے تو یہ بات صاف طور پر محسوس ہوگی۔ مثلاً

"فقراء ومساکین" تو اس نظام کی روح ہی ہیں اور تمام تر سرگرمیاں انسانیت کے اسی کمزور طبقہ کو مستحکم کرنے کے لئے جاری کی گئی ہیں۔ فقراء ومساکین کے بعد عاملین زکوٰۃ کا ذکر آیا ہے، ظاہر ہے نظام زکوٰۃ کا قیام انہی کی جدوجہد سے وابستہ ہے اور زکوٰۃ کا سارا سرمایہ انہی کی محنتوں سے جمع ہوتا ہے، اس لئے ان کو بھی زکوٰۃ سے محروم کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی، کہ ان کے بغیر نہ زکوٰۃ کا سرمایہ فراہم ہوسکتا ہے اور نہ یہ نظام جاری رہ سکتا ہے۔

عاملین کے بعد "مؤلفۃ القلوب" کا ذکر ہے، یہ بھی ہمارے معاشرہ کا لازمی حصہ ہے، اگر کمزوردل اور ضعیف الخیال لوگوں کی مالی مدد نہ کی جائے تو اکثر وہ دشمنوں کی سازشوں اور فریب کاریوں کا شکار ہوسکتے ہیں اور اس طرح مسلمانوں کی افرادی قوت کمزور ہوسکتی ہے۔ افرادی قوت کو پختہ اور وسیع کرنا ایک مکمل معاشرہ کے لئے ضروری ہے، اس کے بغیر نہ اپنی حفاظت ہوسکتی ہے اور نہ دشمنوں کی تدبیروں کو ناکام بنایا جاسکتا ہے۔

"مؤلفۃ القلوب" کے بعد غلامی کے مسئلہ کو اہمیت دی گئی ہے اس لئے کہ انسان کی شخصی آزادی سب سے بنیادی ضرورت ہے۔ شخصی آزادی حاصل نہ ہو تو ذہن وفکر اور جہد وعمل کی آزادی بھی ممکن نہیں۔

"فی الرقاب" کے بعد الغارمین کا تذکرہ ہے، قرض بھی ایک عام مجبوری اور اس کی ادائیگی ایک بنیادی ضرورت ہے، قرض کا بار ایک عام شخص کے لئے بدترین بوجھ ہے، جو ذہن وفکر اور محنت وعمل کی تمام تر صلاحیتوں کو معطل کرکے رکھ دیتا ہے۔

"الغارمین" کے بعد "فی سبیل اللہ" کا ذکر ہے۔ جہاد دفاع دین کے لئے لازمی ضرورت ہے، جس قوم سے جہادی اسپرٹ رخصت ہوجاتی ہے، اس کی ساری آبرو بھی چلی جاتی ہے، قوم بے وزن ہوکر رہ جاتی ہے اور اندر کا ایمان بھی خطرہ میں پڑ جاتا ہے۔

"فی سبیل اللہ" کے بعد آخری مد کے طور پر "ابن السبیل" کا بیان آیا ہے، سفر ایک عام انسانی ضرورت ہے، اس سے کسی کو چارۂ کار نہیں اور ایک عام انسان ہی سفر کی تکلیفوں کو جھیلتا ہے اور اس راہ کی بہت سی محرومیوں سے دوچار ہوتا ہے۔

زندگی خود ایک سفر ہے، جو سفر آخرت کے آغاز پر ختم ہونے والا ہے، اس طرح قرآن نے زکوٰۃ کے اس پورے سسٹم کو عام انسانی زندگی کی ضرورت اور مسائل سے ہم آہنگ کیا ہے۔ اس میں ملک وقوم یا انسانوں کے اعلیٰ طبقات کو اونچی ترقیات کا نہ تصور دیا گیا ہے اور نہ ان کی سطح کے مسائل ومشکلات کا حل اس سے وابستہ کیا گیا ہے۔

اس لئے آج جو لوگ اس نظام زکوٰۃ کے دائرہ کو وسیع کرنے کے آرزومند ہیں اور سرمایۂ زکوٰۃ کو تعمیر وترقی کے مختلف پروگراموں اور ملک وملت کے فلاحی منصوبوں میں لگانے کے خواہشمند ہیں، دراصل انھوں نے اس نظام کو سمجھا ہی نہیں۔

❀ ❀ ❀

حالات حاضرہ
اور اهل مدارس کی ذمہ داری

حبیب الرحمٰن اعظمی

ہندوستان ایک تکثیری معاشرے کا ملک ہے، جو صدیوں سے مختلف مذاہب اور تہذیب وثقافت کا گہوارہ ہونے کی حیثیت سے بین الاقوامی دنیا میں اپنی ایک شناخت رکھتا ہے۔ ملک کے آئین کے اعتبار سے بھی یہاں کے تمام باشندوں کو اپنے مذہبی افکار وعقائد اور زبان وکلچر کے تحفظ، ان کے استعمال اور ان کی ترویج واشاعت کا حق حاصل ہے۔ مگر ملک کے اقتدار پر قابض طاقتیں، ملک کی اس قابل فخر رنگارنگ تہذیب کو ختم کر کے ملک کی تمام مذہبی وتہذیبی اکائیوں کو ایک رنگ میں رنگ لینا چاہتی ہیں۔ اپنے ہدف تک پہنچنے کے لیے سرکاری سطح سے لے کر عوامی سطح تک سرگرم عمل ہیں۔ چناں چہ اخلاقی اقدار اور قومی کلچر کے نام پر برہمنی عقائد واساطیر کو اسکولی تعلیم کے قومی نصاب میں شامل کر دینے کی کوششیں ایک عرصہ سے جاری ہیں اور فروغ انسانی وسائل کا مرکزی وریاستی دفتر اپنے تمام تر اختیارات کے ساتھ اس مہم کو سر کرنے میں مصروف ہے۔ چنانچہ ایک طرف مدرسہ بورڈ کے عنوان سے مسلم اقلیت کے مذہبی تعلیمی اداروں کو اپنی خواہشات و ترجیحات کے تابع بنا دینے کے دیرینہ منصوبہ پر عمل شروع کر دیا گیا ہے، تو دوسری طرف انھیں دہشت گردی کا مرکز بتا کر ان سے وابستہ افراد کو جارحیت اور تشدد کا شکار بنایا جا رہا ہے۔

یہ کیسی ستم ظریفی ہے کہ وہ مدارس اسلامیہ جنھوں نے وطن عزیز کی آزادی اور ملک کے وقار وعزت کی بحالی کے لیے خود بھی قربانیاں دیں اور دوسروں کے اندر بھی جاں بازی وسرفروشی کا حوصلہ پیدا کیا، وہ مدارس اسلامیہ جنھوں نے وقت کی استبدادی قوت سے پنجہ آزمائی اور برٹش استعمار سے ملک کو نجات دلانے کے لیے لاکھوں کی تعداد میں سپاہی اور ہزاروں کی تعداد میں قائد وسپہ سالار مہیا کیے۔ وہ اسلامی تعلیم گاہیں جنھوں نے اپنی تعلیم و تربیت کے ذریعہ ایسے علم وفن کے مینار تعمیر کیے جن سے بین الاقوامی سطح پر ملک کا نام روشن ہوا، وہ دینی مدارس جو اپنی تاریخ کی روشنی میں ہندوستان کو سب سے بہتر شہری اور امن وامان کے داعی اور محافظ دیتے رہے ہیں، دین ومذہب، علم وہنر اور امن وآشتی کے ان معماروں کو آج اپنی مذموم ذہنیت اور پست اغراض کے تحت دہشت گردوں کی پناہ گاہ بتایا جا رہا ہے اور ان پر بے جا قدغن لگانے اور انھیں ان کے اصل منہاج ومقاصد سے منحرف کر دینے کے لیے انصاف وقانون ہی نہیں بلکہ ملک کے آئین اور اس کی قدیم روایات کو پامال کیا جا رہا ہے۔

ہم ملک کے ایک شہری ہونے کے ناطے ہی نہیں بلکہ اپنے دین ومذہب کی بنیاد پر اپنی جنم بھومی اور وطن عزیز سے تاریخ کے

ہر موڑ پر مکمل وفادار رہے ہیں، ملک کی عزت ووقار اور استحکام و ترقی کے لیے ہم نے بے مثال قربانیاں دی ہیں، گلستانِ وطن کی اپنے خون جگر سے آبیاری کر کے اسے لالہ زار بنایا ہے، اپنے علم وفن اور تہذیب وتمدن کے چراغوں سے ارض وطن کو روشن اور تابناک کیا ہے۔ اس لیے فطری طور پر ہندوستان کے چپہ چپہ سے ہمیں پیار ہے اور بے لوث پیار ہے۔ پھر بھی ہمیں دہشت گرد بتا کر اور ہمارے مذہبی تعلیمی اداروں پر دہشت نوازی کا الزام عائد کر کے قومی مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا کر دینے کی مذموم کوششیں کی جارہی ہیں اور یہ سب ملک وقوم کی فلاح و بہبود کے لیے نہیں بلکہ امریکہ اور اس کے حاشیہ برداروں کی خوشنودی میں کیا جارہا ہے۔ تفو برتو اے چشم گردوں تفو!

اس موقع پر ہم صاف لفظوں میں واضح کر دینا چاہتے ہیں، کہ ہم مسلمان ہندوستان میں کسی کے رحم وکرم پر نہیں بلکہ اپنے وطن عزیز ہونے کی حیثیت سے رہتے ہیں یہی ہمارا مسقط رأس اور جنم بھومی ہے اسی کی فضاؤں میں ہم پروان چڑھے ہیں، اس کی تعمیر وترقی میں ہم برابر کے شریک ہیں اس لیے اس ملک پر جتنا دوسروں کا حق ہے اتنا ہی ہمارا بھی ہے۔ ملک کے آئین نے ہمیں حقوق شہریت میں مساوات کے ساتھ آزادیِ رائے، آزادیِ مذہب، اپنی تعلیم وثقافت کی حفاظت اور اس کے لیے تعلیمی ادارے قائم کرنے کے بنیادی حقوق دیئے ہیں۔ یہ حقوق ہمیں جان کی طرح عزیز ہیں جن سے ہم کسی بھی حالت میں دست بردار نہیں ہو سکتے، لہٰذا ایک خاص فکر وذہنیت کے تحت ہمارے تعلیمی اداروں کے خلاف جو پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے اور اس بہانے انھیں اپنے تسلط کے شکنجے میں کسنے کی مدرسہ بورڈ کے نام سے جو تدبیریں کی جارہی ہیں جس کے ذریعہ درسگاہوں کی صاف وشفاف اور روشن دینی ومذہبی تاریخ کو مٹانے کی مذموم کوشش کی جارہی ہے۔ ہم اس کو کسی صورت میں بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ قانون وانصاف اور آئین ودستور کے تقاضوں کے مطابق ہم اس کا ہر سطح پر بجان ودل مقابلہ کریں گے۔ خدائے رب العزت ہماری نیتوں میں اخلاص، ہمارے عزائم میں پختگی اور جہد وعمل کو بارآور اور نتیجہ خیز بنائے، آمین۔

ہم اہل مدارس سے بھی کہنا چاہتے ہیں کہ وہ حالات کی نزاکت کو محسوس کریں اور مایوسی و بیدلی اور کسی قسم کی حرص ولالچ کے بجائے عزم وحوصلہ اور حزم واحتیاط اور خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ پر پورے توکل واعتماد کے ساتھ اپنے دینی وملّی فریضہ کی ادائیگی میں ہمہ تن مصروف رہیں، طلبۂ علوم قوم وملت کی گرانقدر امانت ہیں جن کی تعلیم وتربیت اور ساخت وپرداخت کی عظیم ذمہ داری ہمارے سروں پر ہے، اگر خدانخواستہ ہم غفلت و بے توجہی یا حکومت وقت کے بچھائے دام ہم رنگ زمیں میں پھنس کر اپنے اسلاف اور بزرگوں کے قائم کردہ منہج مستقیم سے ہٹ گئے تو یوم آخرت میں ہمیں جوابدہ ہونا پڑے گا۔ اس لیے ہماری شرعی ذمہ داری ہے کہ ہم طلبۂ عزیز کی تعلیمی وتربیتی سرگرمیوں پر نظر رکھیں، دیگر غیر ضروری مشاغل سے انھیں بچائیں، نیز مدارس کے ماحول کو گردوپیش کی آلودگیوں اور مدرسہ بورڈ کے فتنہ سے محفوظ رکھنے کی جانب پوری توجہ دیں۔ اسی کے ساتھ خصوصی دعاؤں کا اہتمام کریں کہ اللہ رب العزت مدارس دینیہ کو ہر قسم کے شرور وفتن سے محفوظ رکھے، آمین۔

❁ ❁ ❁

کسبِ معاش علماء کی بھی ضرورت ہے

مدثر احمد قاسمی

اس دنیا میں آنے والے تمام انسانوں کی ایک بنیادی ضرورت کسبِ معاش ہے؛ کیونکہ زندگی کا یہ وہ بنیادی مرکز ہے جس کی مضبوطی سے کاروبارِ جہاں انجام پاتے اور سنورتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شریعتِ اسلامیہ نے کسبِ حلال کو فرائض عبادات کے بعد سب سے اہم فریضہ قرار دیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:" فرائض (عبادات) کے بعد سب سے اہم فریضہ حلال کمائی ہے۔" (بیہقی) اِس امر کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ انسانی بعثت کا مقصد اصلی عبادتِ خداوندی ہے اور عبادت کی ظاہری و باطنی درستگی موقوف ہے حلال کمانے اور کھانے پر۔ اگر ایک انسان ہاتھ پر ہاتھ دھرا بیٹھا رہے تو اُس کے لئے نانِ شبینہ سے محرومی تقریباً طے ہے اور جب انسان کھائے گا نہیں تو جسمانی طور پر اس کا کمزور ہونا بھی بدیہی ہے۔ اِس صورتِ حال میں انسان عبادت کا حق کیا ادا کر پائے گا یہ کسی صاحبِ عقل سے مخفی نہیں ہے۔ اسی طریقے پر اگر ایک انسان کماتا تو ہے لیکن وہ حلال ذرائع کو نہیں اپناتا اور پھر اُسی کمائی سے اپنا پیٹ بھرتا ہے تو ایسا شخص اگر چہ ظاہری اور جسمانی طور پر عبادت کرنے کے قابل ہوتا ہے لیکن اُس کی عبادت عنداللہ مقبول نہیں ہوتی۔

مذکورہ تمہید سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ کسبِ معاش ایک شرعی ضرورت ہے۔ اصولی طور پر اگر کوئی چیز شرعی ضرورت ہوتی ہے تو وہ تمام انسانوں کے لئے یکساں ہوتی ہے۔ ہاں! اگر کسی کے پاس کوئی معقول عذر ہو تو شریعت اُس کے عذر کو قبول بھی کرتی ہے۔ زیرِ نظر مضمون میں ہم اسی اصول کو بنیاد بنا کر اِس وقت کے ایک اہم موضوع علمائے دین اور کسبِ معاش پر روشنی ڈالیں گے۔

ہم اپنے مُلک ہندوستان میں جب علمائے دین کی معاشی حالت کا عمومی جائزہ لیتے ہیں تو ایک انتہائی تکلیف دہ منظر ہماری نظروں میں گھوم جاتا ہے۔ اگر چہ علماء کا ایک بڑا طبقہ قناعت پسندی کو لازم پکڑ کر اپنے اہل وعیال کی پرورش کرتا ہے لیکن ایک عام مسلمان بھی اِس طبقے کی پریشانیوں اور روزمرہ کی ضرورت کی تکمیل میں دقتوں پر غور کرے گا تو وہ اِس نتیجے پر پہنچے گا کہ علماء کا یہ طبقہ ایک متوسط معیارِ زندگی کا بھی متحمل نہیں ہے۔ یہاں ایک اہم سوال یہ ہے کہ اِس ناگفتہ بہ صورتِ حال کا ذمہ دار کون ہے؟ اِس سوال کا جواب ڈھونڈنے کے لئے ہمیں کسی خاص طبقے کو موردِ الزام ٹھہرانے کے بجائے علماء وغیر علماء دونوں طبقوں کے طرزِ عمل اور ذمہ داریوں پر غور کرنا ہوگا۔

علمائے شریعت کی اہم ذمہ داری یہ ہے کہ جہاں وہ اپنی عملی اور مثالی زندگی سے شریعتِ اسلامیہ میں مطلوبہ طرزِ زندگی سے

عوام الناس کومتعارف کرائیں وہیں قرآن وحدیث کی تعلیم کواُن میں عام کریں اوران میں موجوداسرارورموز کے پردوں کوکھول کر ہرزمان ومکان میں انسانی زندگی کوآسان بنائیں اورمعرفتِ الٰہی کا جام پلائیں۔علمائے دین کے یہ کام دراصل وہی کام ہیں جو پہلے انبیائے کرامؑ انجام دیتے تھے جس کا سلسلہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پرآ کرمکمل ہوا۔علماء کی اِس ذمہ داری اورمقام کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک حدیث میں واضح فرمادیا ہے:" علماء دین انبیاء کرام کے وارث ہوتے ہیں اس میں کوئی شبہ نہیں کہ انبیاء دینارودرہم کے وارث نہیں بناتے ہیں وہ توعلم کاوارث بناتے ہیں۔جس نے دین کاعلم حاصل کرلیااس نے پوراحصہ پالیا۔"(ابوداوٗد)

علماء کی ذمہ داریاں واضح ہوجانے کے بعدعوام الناس کی ذمہ داریوں کوبھی سمجھناضروری ہے۔اِس حوالے سے بنیادی بات یہ ہے کہ علماء جب اپنے آپ کوعوام کے لئے وقف کردیتے ہیں توعوام کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ علماء کی ضرورتوں کامکمل خیال رکھیں۔خاص بات یہ ہے کہ عوام علماء کوقابلِ رحم سمجھ کراُن کی مالی معاونت نہ کریں یاصرف اُجرت کے طورپرکچھ دے کردامن نہ جھاڑلیں بلکہ اِس بات کوپیشِ نظررکھیں کہ اُن سے آپ کی اور معاشرے کی دینی ضرورت پوری ہوتی ہے لہٰذا آپ وقت کے معیار کے مطابق اُن کی دنیاوی ضرورتیں پوری کریں۔

یہاں تک ہم نے معاش کے حوالے سے علماء اورعوام کے ربط اورذمہ داریوں کی بات کی ہے۔اب ہم اسی سلسلے کی ایک اورکڑی کسبِ معاش کے لئے علماء کی تجارت سے جڑنے کی بات کرتے ہیں۔اِس تعلق سے دلچسپ بات یہ ہے کہ جہاں عوام الناس کاایک طبقہ یہ کہتا نظرآتا ہے کہ تجارت علماء کوزیب نہیں دیتا وہیں علماء کے ایک طبقے کاخیال یہ ہے کہ علماء کوتجارت سے وابستہ نہیں ہوناچاہئے؛ان لوگوں کی دلیل یہ ہے کہ علماء اگرتاجربن گئے توعامۂ تجارت اُن کواپنی طرف کھینچ لے گی اورآہستہ آہستہ دینی خدمت پرتجارت ہی کاغلبہ ہوجائے گا۔

اِس بحث میں اعتدال کی بات یہ ہے کہ راسخین فی العلم علماء کی ایک جماعت کوخالص علمی ودینی کاموں سے ہی وابستہ رہناچاہئے اوراُن کی مکمل دنیاوی ضرورتوں کاانتظام ملت کے ذمہ داروں کی طرف سے ہوناچاہئے یعنی وہ علماء جنہوں نے اپنے آپ کوملت کے لئے وقف کردیاہے،ان کی تنخواہیں ان کی صلاحیتوں،معاشی ضروریات اورمہنگائی کی شرح کوسامنے رکھتے ہوئے طے ہونی چاہئیں اوران ہی اموکومدنظررکھ کروقتاً فوقتاًان وظائف میں معقول اضافہ بھی ہوناچاہیے۔علماء کادوسراطبقہ جن کے پاس اپنی دینی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے بعدوقت ہےاور وہ مالی تنگی کے شکارہیں یاضروریات کی تکمیل میں پریشانی محسوس کرتے ہیں،اُنہیں ضرورتجارت کرناچاہئے۔

علماء جانتے ہیں کہ ضرورت کے وقت دوسروں کی طرف نظررکھنایادوسروں سے امیدلگانامعروف ذریعۂ معاش نہیں ہے؛یہی وجہ ہے کہ علماء کے ایک طبقہ نے ہمیشہ سے اپنے فارغ وقت میں تجارت کواپنایاہے۔تاریخِ اسلامی میں اس کی بیشمار مثالیں ہیں،جن میں سے ایک نمایاں مثال امام اعظم ابوحنیفہؒ کی ہے۔امام ابوحنیفہؒ کے تخریج کردہ مسائل سے علماء ملت کی رہنمائی فرماتے ہیں؛اُنہیں اُن کی تجارتی زندگی کوبھی اپناکرملت کے لئے روشن مثال پیش کرنی چاہئے۔

❁ ❁ ❁

علمائے دیوبند اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پیر فقیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی

امت بیضاء کے علمائے متاخرین کاملین میں سے علمائے دیوبند کا نام بہت نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ امیر شریعت حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے بقول یوں لگتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کی ارواح کا قافلہ جارہا تھا۔ اس میں سے چند ارواح کو اللہ تعالیٰ نے پیچھے روک لیا اور دور حاضر میں پیدا کیا تاکہ امت کو آخر میں آنے والے لوگ امت کے پہلوں کی زندگیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں۔ اس طائفہ علم وعمل کی زندگی دین کے ہر شعبے میں کامل تھی۔ یہ حضرات جب حدیث کا سبق دیتے تو ایسے لگتا تھا کہ عسقلانی، قسطلانی بات کررہے ہیں اور جب مسند ارشاد پر بیٹھتے تو جنید و بایزید نظر آتے تھے۔ ایک طرف مسلمانوں کو فرنگی سے نجات دلانے کے لئے یہ شاملی کے میدان میں جہاد کرتے نظر آتے ہیں دوسری طرف تبلیغ دین کے لیے ان کی مساعی جمیلہ کے اثرات دنیا کے ۱۰۰ ملکوں میں پھیلے نظر آتے ہیں۔ دارالعلوم دیوبند اس مادر علمی کا نام ہے جس نے محدث ومفسر اور قائد ومجاہد پیدا کیے اور دنیائے علم میں اپنی خدمات کا لوہا منوایا۔ عابد کے یقیں سے روشن ہے سادات کا سچا صاف عمل، آنکھوں نے کہاں دیکھا ہوگا اخلاص کا ایسا تاج محل، یہ علم وہنر کا گہوارہ تاریخ کا وہ شہ پارہ ہے، ہر پھول یہاں اک شعلہ ہے ہر سرو یہاں مینارہ ہے۔ علمائے دیوبند کی زندگیوں کا جتنا زیادہ مطالعہ کیا جائے اتنا ہی زیادہ احساس ہوتا ہے کہ یہ حضرات علم نبوت کے صحیح وارث اور قرآن وسنت کے سچے عاشق تھے۔ ان حضرات نے زبانی کلامی مدح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اکتفا کرنے کے بجائے ان کی مبارک سنتوں کو زندہ کرکے عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی ثبوت پیش کیا۔ ان کی روشن زندگیوں میں توحید الٰہی اور ادب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا حسین امتزاج نظر آتا ہے۔ نصرت خداوندی اور تائید غیبی اس طرح ان کے شامل حال رہی کہ یہ افراط وتفریط سے بچ بچا کر خیر الامور اوسطہا پر عمل پیرا ہوئے۔ جو شخص بھی ضد، حسد، عناد سے بالاتر ہوکر ان حضرات کی علمی اور عملی کاوشوں کا جائزہ لے گا وہ ان کو خراج تحسین پیش کیے بغیر نہیں رہ سکے گا۔ اسے روح بلالی اور تلقین غزالی کے نمونے جابجا ان کی سیرت میں نظر آئیں گے۔ توحید ورسالت کے بارے میں ان حضرات کی تعلیمات کا نچوڑ ایک فقرے میں یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ ''اللہ اللہ ہے جسے چاہے جتنا بھی نزول کرے اور بندہ بندہ ہے چاہے جتنا بھی عروج کرے''

صبا یہ جا کے تو کہنا مرے سلام کے بعد\
کہ تیرے نام کی رٹ ہے خدا کے نام کے بعد

علمائے دیوبند کے عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور اتباع سنت رسولؐ سے متعلق چند واقعات درج ذیل ہیں۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ جب حج کے لیے تشریف لے گئے تو دیار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میں جوتا پہن کر چلنا گوارا نہ کیا۔ حضرت نانوتویؒ کے رفیق سفر حکیم منصور علی خاں مرحوم آپ

کے متعلق فرماتے ہیں:

جب ہمارا قافلہ منزل بمنزل مدینہ شریف کے قریب پہنچا جہاں سے روضہ پاک صاحب لولاک نظر آتا تھا تو حضرت نے اپنی نعلین اتار کر بغل میں دبالیں اور ننگے پاؤں چلنا شروع کیا۔ حضرت اسی طرح ننگے پاؤں چل کر تاریک رات میں حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے۔ حضرت مدنیؒ اس سفر کے متعلق فرماتے ہیں:

حضرت نانوتویؒ چند منزل برابر اونٹ پر سوار نہ ہوئے حالانکہ ان کی سواری کا اونٹ موجود تھا اور خالی رہا۔ پیر میں زخم پڑ گئے کانٹے لگتے تھے۔ پتھروں نے ٹکرا ٹکرا پاؤں کا حال دگرگوں کر دیا تھا۔ یہ سب کچھ اس لیے تھا کہ جس زمین پر محبوب خدا ﷺ کے قدم مبارک لگے ہیں قاسم نانوتویؒ ان کو جوتوں سے کیسے پامال کرے۔

(۲) حضرت مدنیؒ نے شہاب ثاقب میں لکھا ہے کہ نانوتہ میں سبز رنگ کیمخت کا جوتا بہت پسند کیا جاتا۔ لوگ خاص طور پر تقریبات میں اسے پہنا کرتے تھے۔ ایک عقیدت مند نے وہ جوتا حضرت نانوتویؒ کو پیش کیا۔ آپ نے اس کا دل رکھنے کے لیے ہدیہ قبول کر لیا مگر جوتا استعمال نہ کیا۔ بہت عرصہ گزرنے کے بعد کسی نے پوچھا کہ حضرت آپ جوتا کیوں نہیں پہنتے۔ فرمایا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میرے محبوب کے روضہ اقدس کا رنگ بھی سبز ہو اور قاسم نانوتویؒ سبز رنگ کا جوتا اپنے پاؤں میں پہنے۔

(۳) ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد انگریز نے علمائے حق پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑ دیئے۔ حضرت نانوتویؒ کے بھی وارنٹ گرفتاری جاری ہوئے۔ عقیدتمندوں اور شاگردوں نے زبردستی حضرت نانوتویؒ کو ایک مکان میں چھپا دیا۔ حضرت نانوتویؒ تین دن کے بعد اس گھر سے باہر نکل آئے۔ لوگوں نے اصرار کیا کہ زندگی وموت کا مسئلہ ہے آپ احتیاط کریں آپ نے فرمایا۔ نبی علیہ السلام کا غار ثور میں تین دن ہی پوشیدہ رہنا ثابت ہے۔ یاد رکھو کہ جب درزی کو نمونہ کا کوئی کپڑا مثلاً قمیص یا اچکن دے دیا جاتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ اسی نمونہ پر کپڑے سیتے جاؤ۔ خراش تراش سلائی وغیرہ کے اعتبار سے جس حد تک اس نمونہ کے مطابق درزی کامیاب ہوگا اسی حد تک سلانے والے سے انعام کا مستحق ہوگا۔ اسوۂ محمدیہ ﷺ قدرت کا بخشا ہوا نمونہ ہے، ساری انسانیت سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ اپنے آپ کو رنگ، ڈھنگ، چال، چلن اور فکر ونظر میں اسی نمونہ کے مطابق ڈھالتے چلے جائیں۔ جو جس حد تک اس نمونہ کے مطابق ہوگا اس کو اسی حد تک اپنے محبوب کی محبوبیت سے حصہ عطا ہوگا چونکہ نبی علیہ السلام پوری زندگی میں صرف تین دن روپوش رہے لہٰذا قاسم بھی اپنے آقا کی سنت پر عمل کرے گا۔ رہی بات زندگی وموت کی تو وہ اللہ کے اختیار میں ہے ہمارا کام سنت کی اتباع ہے۔

(۴) حضرت نانوتویؒ جب مواجہ شریف پر سلام کے لیے حاضر ہوتے تو نہایت ادب کے ساتھ اور یکسوئی کے ساتھ سلام پڑھتے۔ ایک مرتبہ جب واپس لوٹے تو چہرے پر انوارات کی بارش ہو رہی تھی۔ کسی نے پوچھا کہ حضرت آج تو خاص کیفیت ہے۔ آپ نے شعر میں جواب دیا کہ:

میرے آقا کا مجھ پر تو اتنا کرم تھا
بھر دیا میرا دامن پھیلانے سے پہلے
یہ اتنے کرم کا عجب سلسلہ ہے
نشہ رنگ لایا پلانے سے پہلے

(۵) جب مدینہ منورہ سے واپسی ہونے لگی تو آپ نے گنبد خضریٰ پر آخری نظر ڈال کر یہ اشعار کہے:

ہزاروں بار تجھ پر اے مدینہ میں فدا ہوتا
جو بس چلتا تو مر کر بھی نہ میں تجھ سے جدا ہوتا

(۶) حضرت نانوتویؒ نے نبی علیہ السلام کی محبت میں چند قصیدے لکھے ہیں جو قصائد قاسمی کے نام سے چھپ چکے ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

الٰہی کس سے بیاں ہوسکے ثنا اس کی
کہ جس پر ایسا تیری ذات خاص کا ہو پیار
کہ تو اسے نہ بناتا تو سارے عالم کو
نصیب ہوتی نہ دولت وجود کی زنہار
جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں
تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دوچار
جو انبیاء ہیں وہ آگے تیری نبوت کے
کریں ہیں امتی ہونے کا یا نبی اقرار
لگا تا ہاتھ نہ پتلے کو ابوالبشر کے خدا
اگر ظہور نہ ہوتا تمہارا آخر کار
امیدیں لاکھ ہیں لیکن بڑی امید ہے یہ
کہ ہو سگان مدینہ میں میرا نام شمار
جئوں تو ساتھ سگان حرم کے تیرے پھروں
مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مرغ ومار
اڑا کے باد مری مشت خاک کو پس مرگ
کرے حضور کے روضہ کے آس پاس نثار
ولے یہ رتبہ کہاں مشت خاک قاسم کا
کہ جائے کوچۂ اطہر میں تیرے بن کے غبار

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

(۱) فقیہ وقت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے یہاں تبرکات میں حجرہ نبویہؐ کے غلاف کا ایک سبز کپڑا تھا۔ حضرت کبھی کبھار حاضرین وخدام کو ان تبرکات کی زیارت خود کروایا کرتے تھے۔ جب صندوقچہ اپنے دست مبارک سے کھولتے تو غلاف کو نکال کر اول اپنی آنکھوں سے لگاتے اور ان کے سروں پر رکھتے۔

(۲) اگر کبھی آپ کے پاس مدینہ منورہ کی کھجوریں آتیں تو آپ نہایت اکرام سے ان کھجوروں کو رکھتے اور مبارک مواقع پر ان کو استعمال کرتے۔ ایک مرتبہ کھجوریں آنے پر آپ نے ایک شاگرد سے کہا کہ ہمارے قریبی متعلقین کو ان کھجوروں کا حصہ تقسیم کرکے پہنچاؤ، اس نے حصے نکالے تو کہنے لگا اتنا معمولی سا ٹکڑا ہدیہ دیں گے۔ آپ اس سے بہت خفا ہوئے اور فرمایا کہ مدینے کے تبرکات تو اللہ تعالیٰ کی نعمت ہوتے ہیں اور نعمت کبھی معمولی نہیں ہوتی۔ مدینہ منورہ کی کھجوروں کی گٹھلیاں نہایت حفاظت سے رکھتے، دوسروں کو بھی نہ پھینکنے دیتے اور نہ خود پھینکتے بلکہ ان گٹھلیوں کو کوٹ کر استعمال کرنے کی ہدایت کرتے۔

(۳) ایک مرتبہ کسی نے آپ کی خدمت میں حجرہ شریفہ کی خاک ہدیہ کے طور پر پیش کی۔ آپ نے اسے سرمہ دانی میں ڈال دیا، روزانہ عشاء کے بعد اس سرمے کو لگانا آپ کا معمول تھا۔

(۴) آپ کے متعلقین میں سے ایک صاحب نے آپ کو مدینہ منورہ سے کچھ کپڑے ارسال کئے۔ کسی طالب علم نے کہا کہ حضرت اس کپڑے میں کیا برکت ہوگی یہ تو کسی باہر کے ملک کا بنا معلوم ہوتا ہے، حضرت نے فرمایا کہ اس کو مدینہ منورہ کی ہوا تو لگی ہے، ہمارے لیے تو یہی اعزاز کافی ہے۔

(۵) ایک مرتبہ آپ دارالعلوم کے صحن میں درس حدیث دے رہے تھے کہ اچانک بارش برسنا شروع ہوگئی۔ طلبا نے اپنی کتابیں سنبھالیں اور کمروں کی طرف بھاگے، کچھ طلبا اپنی جوتیاں بھی وہیں چھوڑ گئے، آپ نے اپنا رومال بچھایا اور سب طلبا کی جوتیاں اس میں ڈال کر گٹھری باندھی، یہ گٹھری اپنے سر پہ اٹھا کر کمرے میں لے آئے، طلبا نے دیکھا تو ان کی چیخیں نکل گئیں، عرض کرنے لگے کہ حضرت آپ نے یہ کیوں اٹھائیں ہم بعد میں

جا کر لے آتے۔آپ نے نہایت سادگی سے جواب دیا جولوگ قال اللہ اور قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے ہوں رشید احمد ان کے جوتے نہ اٹھائے تو اور کیا کرے۔

(۶) ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کہ میرا نام میرے والدین نے کالے رکھا تھا۔لوگوں نے محمد کالے کہنا شروع کر دیا اب اسی نام سے معروف ہوں۔میرا جی چاہتا ہے کہ کوئی میرے نام کی سجع کہے، میں نے بہت سے علماء سے پوچھا ہے مگر وہ کوشش بسیار کے باوجود کچھ نہیں کہہ سکے۔آپ نے فی البدیہہ فرمایا کہ تمہارے نام کی سجع کہنی بہت آسان ہے۔اس نے پوچھا کہ کونسی، آپ نے فرمایا ''ہر دم نام محمد کالے''

(۷) مسجد سے نکلتے وقت بایاں پاؤں نکالنا سنت ہے اور داہنے پاؤں میں جوتا پہلے پہننا سنت ہے۔حضرت گنگوہیؒ جب بھی مسجد سے نکلتے تو پہلے بایاں پاؤں نکال کر جوتے پر رکھتے پھر دایاں پاؤں نکال کر اس میں جوتا پہنتے اس کے بعد بائیں پاؤں میں جوتا پہنتے۔یہ سنت کے اہتمام کی وجہ سے تھا۔

(۸) ایک شخص نے آپ سے ملتے ہی کہا آداب، آپ نے غصے میں فرمایا یہ بے ادب کون ہے جس کو شریعت کا ایک ادب بھی معلوم نہیں، ایک صاحب نے ملتے ہوئے کہا حضرت سلامت، آپ کے چہرے پر غصے کے اثرات ظاہر ہوئے اور فرمایا ہمیں مسلمانوں والا اسلام چاہئے یہ کون ہے حضرت سلامت والا۔ (تذکرۃ الرشید)

(۹) حضرت نے اپنے وصیت نامے میں بہت تاکید سے لکھا ہے ''اپنی زوجہ، اپنی اولاد اور سب دوستوں کو بتا دو وصیت کرتا ہوں کہ اتباع سنت کو بہت ضروری جان کر سنت کے موافق عمل کریں، تھوڑی مخالفت کو بھی سخت دشمن جانیں''۔

(۱۰) ایک مرتبہ حکیم محمد اسماعیل صاحب گنگوہی اجمیریؒ نے ایک قصیدہ آپ کی مدح میں لکھا اور چونکہ مورد عنایات ہونے کی وجہ سے بے تکلف زیادہ تھے اس لیے ہر چند حضرت نے سننے سے تنفر فرمایا مگر انہوں نے باصرار سنایا۔جب ختم کر چکے تو آپ جھکے اور زمین سے خاک اٹھا کر ان پر ڈال دی، انہوں نے عرض کیا کہ حضرت میرے کپڑے خراب ہو گئے۔آپ نے فرمایا کہ منہ پر مدح کرنے والے کی یہی جزا ہے میں کیا کروں نبی علیہ السلام کا حکم ہے۔

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ

(۱) آپ کا معمول تھا کہ وتر کے بعد دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے تھے۔کسی شاگرد نے عرض کیا کہ حضرت بیٹھ کر پڑھنے کا ثواب آدھا ملتا ہے۔حضرت نے فرمایا، ہاں بھائی یہ تو مجھے بھی معلوم ہے مگر بیٹھ کر پڑھنا نبی علیہ السلام سے ثابت ہے۔

بندگی سے ہمیں تو مطلب ہے
ہم ثواب وعذاب کیا جانیں
کس میں کتنا ثواب ملتا ہے
عشق والے حساب کیا جانیں

(۲) حضرت شیخ الہند سے کوئی قول وفعل خلاف شریعت ہونا تو درکنار، مدتوں خدمت میں رہنے والے خادم بھی نہیں بتا سکتے کہ کوئی ادنیٰ سا فعل بھی آپ سے خلاف سنت سرزد ہوا ہو۔دن ہو یا رات، صحت ہو یا مرض، سفر ہو یا حضر، خلوت ہو یا جلوت، ہر حالت میں حضرت کو اتباع سنت کا خیال تھا، خود بھی عمل کرتے اور اپنے متبعین ومتوسلین کو بھی قولاً وعملاً اس کی ترغیب دیتے۔رفتہ رفتہ عمل بالسنۃ حضرت کے لئے امر طبعی ہو گیا تھا۔نہایت سہولت سے سنن ومستحبات کو ملحوظ رکھتے تھے۔ (حیات شیخ الہند:۱۶۱)

(۳) حضرت شیخ الہند کی عادت تھی کہ ہر عمل کو چپکے چپکے حدیث کے مطابق کرتے حاضرین کو جتلانے کی عادت ہی نہ تھی۔جب کوئی نیا پھل پیش کرتا تو آپ اس کی خوشبو سونگھ کر

آنکھوں سے لگاتے اور کسی بچے کو بلا کر دے دیتے۔ کبھی کبھی دیکھنے کے حیلے سے کہ بارش ختم ہوگئی یا نہیں دو چار قطرے سر اور جسم پر لے کر حدیث برہی کا لطف اٹھاتے۔ ایک مرتبہ میاں اصغر حسین صاحب کی عیادت کے لئے آئے اور صرف مصافحہ کر کے واپس ہونے لگے۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کو بھی آج ہی حدیث پر عمل کرنا تھا۔ تبسم فرما کر فوراً پڑھ دیا العیادۃ فوق ناقۃ (حیات شیخ الہند: ۱۶۲)

(۴) حضرت شیخ الہندؒ نے مالٹا کی قید کے دوران محافظان جیل سے قربانی کی اجازت مانگی۔ دل کی نکلی ہوئی بات اثر کیے بغیر نہیں رہتی۔ انہوں نے ایک دنبہ کافی زیادہ قیمت پر خرید کر دیا۔ آپ نے دار الکفر میں دسویں ذی الحجہ کو بلند آواز سے تکبیر کہہ کر قربانی کر کے واضح کر دیا کہ انسان عالی ہمت ہو تو زنداں میں بھی مستحبات ادا ہو سکتے ہیں۔ (حیات شیخ الہند: ۱۱۸)

(۵) حدیث پاک میں آیا ہے کہ سرکہ بہترین سالن ہے۔ حضرت شیخ الہندؒ کے یہاں جب بھی دسترخوان پر سرکہ ہوتا تو سب چیزوں سے زیادہ اس کی طرف رغبت فرماتے۔ عشق نبویؐ میں وہ کمال حاصل کر لیا تھا کہ ہر سنت و مستحب پر عمل کر کے دکھاتے۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ

تذکرۃ الخلیل میں لکھا ہے کہ منیٰ کے قیام میں کھچا کھچ اسباب کے گرد خیمے لگے ہوئے تھے۔ درمیان کی جگہ میں حضرت سہارنپوریؒ تہجد کے نوافل پڑھ رہے تھے۔ ایک مطوف صبح صادق آ کر شور مچانے لگا کہ تیار ہو جاؤ عرفات جانے کے لیے۔ حضرت ہر چیز سے بے نیاز اپنے مولیٰ کے ساتھ راز و نیاز میں مشغول رہے۔ مطوف اور اونٹ والوں نے بہت شور مچایا کہ جلدی کرو، جلدی کرو مگر حضرت نے نماز اس سکون سے ادا کی جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ سلام پھیرا تو اللہ کے شیر پر غصے کے آثار ظاہر تھے آپ نے تند و تیز لہجے میں مطوف سے کہا تم بھول گئے ہم نے آپ سے وعدہ لیا تھا کہ جس طرح کہو گے اسی طرح کروں گا۔ پھر ہمیں قبل طلوع آفتاب لے چلنے کا تمہیں کیا حق ہے۔ ہمیں ناحق پریشان کیوں کر رہے ہو۔ مطوف نے کہا کہ کیا کروں اونٹ والے نہیں مانتے، اگر یہ اونٹ لے کر چلے گئے تو حج فوت ہو جائے گا، سنت کی خاطر فرض کو خطرے میں ڈالنا اچھا نہیں۔ اس جواب پر حضرت کا غصہ تیز ہو گیا، بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ہم نے آپ کو مطوف بنایا ہے پیر یا استاد نہیں مانا کہ علمی مشورہ دیں، جائیں اپنا کام کریں۔ ہم شروق آفتاب سے پہلے ایک منٹ بھی نہیں اٹھیں گے۔ ہمارا مال خرچ کر کے اور صعوبت برداشت کر کے آنا اسی لئے ہے کہ حج بطریق سنت ادا کر سکیں اس لئے نہیں کہ ہم تمہارے اور اونٹ والوں کے غلام بنیں۔ ان کا جی چاہے وہ اپنے اونٹ لے جائیں ان کا ہم پر کوئی اختیار نہیں کہ اٹھنے پر مجبور کریں۔ آپ لوگوں نے ہمیں ناوقت پریشان کیا۔ نماز تک سکون سے نہیں پڑھنے دی اس لئے ہم تمہیں آزاد کرتے ہیں۔ اپنے دوسرے حاجیوں کو سنبھالو ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم لولے لنگے نہیں ہیں نہ عرفات کچھ دور ہے۔ اونٹ چلے گئے تو ہم بھی پیدل چلے جائیں گے۔ اگر آپ یہ چاہو کہ ہم تمہارا کہنا مانیں اور سنت کو چھوڑ دیں تو ہم سے یہ توقع ہرگز نہ رکھو۔ اللہ اللہ سنت کے ساتھ اتنی محبت اصل میں نبی علیہ السلام کے ساتھ محبت کی وجہ سے تھی۔

حضرت سید احمد شہیدؒ

آپ جن سے بیعت لیتے تھے انہیں اتباع سنت کی تلقین کرتے تھے۔ مولانا عبدالحی سے ایک دفعہ فرمایا اگر کوئی عمل خلاف سنت مجھ سے ہوتا دیکھو تو مجھے اطلاع کر دینا۔ مولانا عبدالحی صاحب نے کہا جب کوئی مخالف سنت فعل آپ سے

عبدالحی دیکھے گا تو آپ کے ساتھ ہوگا ہی کہاں۔ یعنی ہمراہی چھوڑ دے گا۔ اس سے یہ واضح ہوتا کہ ان کی زندگیاں سنت کے رنگ میں رنگی ہوئی تھیں۔

حضرت سید اسماعیل شہیدؒ

آپ کا قصہ ارواح ثلٰثہ میں لکھا ہے کہ اکبری مسجد کی پہلی صف میں ایک پتھر دب گیا تھا جس کی وجہ سے پانی برسنے سے وہاں گارا ہو جاتا تھا۔ لوگ اس جگہ کو چھوڑ کر صف بناتے بلکہ دوسری صف میں کھڑے ہو جاتے۔ ایک مرتبہ مولانا شہید تشریف لائے تو صف اول میں پتھر والی جگہ خالی تھی۔ آپ نے گارے سے بے نیاز ہو کر وہاں پر نماز کی نیت باندھ لی حالانکہ لباس قیمتی تھا یہ سب کچھ اتباع سنت کی وجہ سے تھا۔

حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ

حضرت کشمیریؒ کی زندگی کو دیکھ کر محسوس ہوتا تھا کہ ہم شمائل نبوی ﷺ کی کتاب کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ عام عادات واطوار میں سر سے پاؤں تک سنت کی پابندی کرتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے عمر بھر کی محنت اور کوشش سے بھی یہ بات سمجھ آجائے کہ فلاں استاد سے سرور کائنات ﷺ کی یہ بات مراد ہے تو بھی بڑی سعادت ہے۔ آپ حدیث پاک کے کسی لفظ کو غلط پڑھنے سے انتہائی منقبض ہوتے تھے۔ آپ کو حدیث پاک کا اتنا ادب ملحوظ تھا کہ باوجود بڑی عمر اور مختلف امراض کے پانچ سو صفحات کا مطالعہ روزانہ کرتے اور دوران مطالعہ اکڑوں بیٹھتے کیا مجال کہ ٹیک لگا کر یا لیٹ کر مطالعہ کریں حضرت پر حدیث کا اثر غالب تھا۔

مقدمہ بہاولپور میں قادیانیوں نے اپنے آپ کو مسلمان ثابت کرنے کے لیے پورا زور لگا دیا۔ مسلمانوں نے بھی چوٹی کے علماء کو مدعو کیا۔ حضرت کشمیری کو جب دعوت نامہ ملا تو آپ بیماری کی وجہ سے انتہائی کمزور تھے۔ انتہائی گرمی کا موسم تھا۔ بڑے بڑے علماء نے مشورہ دیا کہ آپ مریض ہیں لہٰذا معذور ہیں سفر نہ کریں۔ آپ ہم میں سے جس کو حکم کریں وہ عدالت میں پیش ہونے کو تیار ہے۔ مگر آپ بنفس نفیس عدالت میں تشریف لائے۔ علماء سے فرمایا آپ ناراض نہ ہونا کہ میں نے آپ کی بات نہیں مانی۔ میں خود اس لئے آگیا ہوں کہ نبی علیہ السلام قیامت کے دن میری شفاعت سے انکار نہ فرما دیں کہ جب میری عزت کا سوال تھا تم نے خود سفر کیوں نہ کیا؟۔ بہاولپور کی ایک مجلس میں فرمایا تھا کہ شاید یہ بات مغفرت کا سبب بن جائے کہ نبی علیہ السلام کا جانبدار ہو کر بہاولپور آیا تھا۔ آپ نے عدالت میں کھڑے ہو کر پانچ پانچ گھنٹے بیان دیا اور علم وعرفان کے موتی بہا دیئے۔ آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ اگر مقدمہ بہاولپور کے فیصلے سے پہلے میری موت آجائے تو میری قبر پر فیصلہ سنا دینا۔ ۱۹۳۳ء میں آپ کا وصال ہوا جبکہ مقدمے کا فیصلہ ۱۹۳۵ء میں ہوا حضرت مولانا محمد صادق مرحوم بہاولپور سے دیوبند گئے اور حضرت کشمیری کی وصیت کے مطابق مزار پر حاضر ہو کر مقدمہ بہاولپور کا فیصلہ اونچی آواز سے پڑھ کر سنایا۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ

(۱) حضرت مدنی ۱۳۱۶ھ میں دار العلوم دیوبند میں علوم دینیہ کی تکمیل کر کے فارغ ہوئے اور اپنے والدین کے ہمراہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے۔ آپ کو مسجد نبویؐ کی مبارک اور پر انوار فضاؤں میں درس حدیث دینے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت قاری محمد طیب صاحب لکھتے ہیں کہ آپ نے اٹھارہ برس حدیث کا درس دیا۔

(۲) آپ پر عشق رسالت کا اتنا غلبہ تھا کہ ایک مرتبہ جب آپ نے مواجہہ شریف پر حاضر ہو کر سلام پیش کیا تو ''وعلیکم السلام یا ولدی'' کے مبارک جواب سے سرفراز ہوئے۔ آپ مسجد اجابہ

کے قریب کھجوروں کے جھنڈ میں اللہ کے نام کی ضربیں لگاتے اور کبھی کسی دوسری وادی میں جا کر وظائف پورے کرتے۔ ایک مرتبہ آپ کی نظر سے یہ شعر گزرا

؎ ہاں اے حبیب رخ سے ہٹا دو نقاب کو

یہ آپ کو اچھا لگا اور آپ نے روضۂ انور کے قریب پہنچ کر صلوٰۃ وسلام کے بعد نہایت بے قراری کے عالم میں یہ مصرع پڑھا۔ بہت دیر تک گریہ طاری رہا۔ کچھ دیر بعد آپ پر استغراق کی سی کیفیت طاری ہوئی اور آپ کو نبی علیہ السلام کا دیدار نصیب ہوا۔

(۴) ایک مرتبہ آپ سفر حج کے متعلق تقریر فرما رہے تھے تو آپ نے حجاج سے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کا عشق لے کر جا رہے ہو تو جس قدر ممکن ہے عجز و نیاز حاصل کرو۔ جملہ عاشقوں کے سردار نبی علیہ السلام پر زیادہ سے زیادہ درود بھیجو۔ اس راہ عشق کے سردار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس لئے میرے نزدیک اور میرے بعض علماء کے نزدیک پہلے مدینہ منورہ جانا افضل ہے''۔

ولو انهم اذ ظلموآ انفسهم جاءوک فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لو جدوا الله توابا رحيما (اور اگر چہ وہ ظلم کریں اپنے آپ پر آئیں تیرے پاس توبہ کرتے ہوئے اللہ سے اور رسول بھی ان کے لئے استغفار کرے تو پائیں گے اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا)

ہمارے آقا و سردار ساری امت کے لئے رحمت ہیں لہٰذا ان کے پاس حاضری دے کر عرض کروں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہیں۔ آپ ہمارے لئے حج کی قبولیت کی دعا فرمایئے اور ہماری شفاعت فرمایئے۔ پھر بیت اللہ شریف میں حاضری دیں، تاکہ نبی علیہ السلام کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ حج کی عاشقانہ عبادت کو قبول کرلے۔

ایک مرتبہ درس بخاری میں ارشاد فرمایا کہ ایک حاجی صاحب نے مدینہ منورہ کے دہی کو کھٹا کہہ دیا اسی رات خواب میں نبی علیہ السلام کی زیارت ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ''جب مدینہ شریف کا دہی کھٹا ہے تو تم یہاں آئے ہی کیوں ہو۔ یہاں سے چلے جایئے''۔ یہ صاحب بیدار ہوئے تو بہت گھبرائے۔ علماء سے پوچھا کہ کیا کروں۔ کسی نے کہا کہ حضرت امیر حمزہؓ کے مزار پر جا کر دعا کرو۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے حال پر رحم کرے چنانچہ یہ صاحب حضرت حمزہؓ کے مزار پر گئے اور رو رو کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیں۔ رات کو حضرت حمزہؓ خواب میں تشریف لائے اور فرمایا ''مدینہ منورہ سے چلے جاؤ ورنہ ایمان کا خطرہ ہے۔''

یہ واقعہ سنا کر حضرت مدنیؒ نے فرمایا کہ مدینہ منورہ کی چیزوں میں ہرگز عیب نہ نکالنا چاہئے بلکہ وہاں کی مصیبت کو راحت سمجھنا چاہئے۔

(۶) ختم بخاری شریف کے موقع پر ارشاد فرمایا کہ اصلاح نفس کیلئے اشتغال بالحدیث سب سے اقرب ذریعہ ہے اس کے بعد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا ارشاد نقل فرمایا:

''میں نے نبی علیہ السلام کے مزار مقدس پر حاضر ہو کر مشاہدہ کیا کہ جو لوگ اشتغال بالحدیث رکھنے والے ہیں ان کے قلب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک تک نورانی دھاگوں کا سلسلہ جاری ہے''۔

(۷) حضرت مدنی نے دار العلوم کے چمن میں کیکر کا درخت لگوایا۔ لوگوں کو خیال ہوا کہ اس درخت سے کیا فائدہ۔ نہ اس میں پھول نہ اس میں پھل۔ نہ اس سے خوشنمائی نہ ہی زینت چمن پھر اسے کیوں لگوایا۔ تحقیق سے پتہ چلا کہ نبی علیہ السلام نے کیکر کے درخت کے نیچے بیٹھ کر بیعت رضوان لی تھی۔ یہ درخت اس کی یادگار ہے (الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر ۵۲) (جاری.....)

❁❁❁

مولانا نور عالم خلیل امینیؒ

درویش صفت مایہ ناز ادیب

مولانا نور جمال مظفر پوری

دنیا کی بہت سی عظیم وعبقری شخصیات ایسی ہوئی ہیں جن کی پرورش وپرداخت قدرت نے اپنے ہاتھوں سے کی ہے، وہ انتہائی افلاس وناداری کی پوزیشن میں پروان چڑھے اور بے یارو مددگار رہے، اس کے باوصف دست غیب نے انہیں بہت سے علوم وفنون کے بام پر پہنچایا، اور بہت ہی قلیل عرصے میں علم و ادب، علوم وفنون، اور سماج ومعاشرہ کی ان سے ایسی خدمات انجام دلوائی، جن سے ان کے نام وکام تاریخ کے صفحات میں ہمیشہ زندہ رہیں گے مولانا نور عالم خلیل امینی آغوش مادر ہی میں ہی یتیم ہو گئے آبائی خاندان خوشحال وفارغ البال نہ تھا، نانیہال بھی عسرت وتنگی سے خالی نہ تھا، نیز دونوں جگہوں میں قدرت نے ان کا اپنا کوئی پشت باں وسہارا انہیں بنایا تھا، یعنی ان کے اپنے چچا وماموں نہیں تھے، جو ان کی خاطر داری وہ دل جوئی کرتے، لیکن علم وادب، حکمت وعرفان اور تقویٰ وطہارت میں یہ دونوں خاندان ماضی بعید وقریب میں مالا مال رہے ہیں، دراصل رائے پور مولانا کا دادیہالی خاندان بیشی کی ہی ایک شاخ تھی، جو کبھی دیگر گوں حالات سے مجبور ہو کر رائے پور منتقل ہوئی، تو وہ لوگ خاندانی علمی وادبی ورثاء بھی ساتھ لے گئے، چنانچہ اسی شاخ بے بہا کے مولانا محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ مولانا محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ مولانا محمد اویس اور مولانا عبد المعبود انتہائی روشن وتابناک چراغ تھے، تو بیشی جوان کا اصل منبع ومخزن تھا، اس میں شمس العلماء مولانا محمد چھکا رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد علی، مولانا محمد یوسف، مولانا حکیم اسرار الحق، پروفیسر طبیہ کالج پٹنہ، جیسے کئی عدد آفتاب ومہتاب سے منور وضیاء پاش رہا ہے، ان ہی میں علم وحکمت اور عرفان واخلاق کے مجمع البحرین ہونے والے مولانا نور عالم خلیل امینی حرف شناسی کی عمر میں داخل ہوئے، بسم اللہ کی رسم دادیہال رائے پور میں ہوئی، اور وہاں سے ان کے چچازاد بھائی مولانا محمد اویس جیسے جید عالم کے سایہ عاطفت میں ان کا ابتدائی علمی سفر کا آغاز ہوا۔ مولانا نور عالم سن شعور سے قبل بڑے چلبلے تیز ذہن چست چالاک تھے، سنجیدگی و متانت، سلامت طبعی، وخوش دلی جبیں سے جھلکتی رہتی تھی، اطاعت وفرمانبرداری کا جذبہ ان کے حرکات وسکنات سے ٹپکتے رہتے تھے، شرارت ضد وہٹ دھرمی وغیرہ جو عام بچوں میں عموما ہوتی ہے مولانا میں نہیں تھیں، وہ صفات وقوتیں جن سے بڑے آدمی کی شخصیت کی تعمیر وتشکیل ہوتی ہے، قدرت نے انہیں

بھر پور عطا کیا تھا، ان کا قوت حافظہ وادراک، ذہانت و ذکاوت، قوت افہام وتفہیم، گہری غور وفکر، قوت تسلیم ورضا اعلیٰ درجے کا تھا، تو ان کی شرافت ونجابت اور خوش اخلاقی ونرم خوئی، ان کے انگ انگ سے ظاہر تھی۔

ان کے چچازاد بھائی مولانا محمد اویس انہیں کم عمری میں ہی مدرسہ امدادیہ دربھنگہ لے گئے، یہ امدادیہ کے عروج کا زمانہ تھا، بڑے بڑے ماہرین فن اساتذہ موجود تھے، ایسے تعلیمی ادارے میں مولانا کی ابتدائی فارسی کی تعلیم کا آغاز ہوا، قوت حافظہ بلا کا تو تھا ہی، قوت ادراک وضبط بھی کم نہ تھی، اس پر مستزاد شعور بھی تیز تھا یکسوئی ولگن سے اپنی تعلیم میں لگ گئے، بہت جلد اپنی محنت سے کلاس میں انفرادیت حاصل کرلی، اور پھر امدادیہ کے ممتاز طلبہ میں شمار کیے جانے لگے، فارسی کی تعلیم کے دوران ہی انہیں آئندہ کی تعلیم کیلئے امدادیہ تنگ محسوس ہونے لگا، فارسی میں پختگی آنے کے بعد دارالعلوم مئوناتھ بھنجن کی غرض سے رخت سفر باندھا، ان دنوں وہ شمالی بہار کے دینی علوم کے مشتاقوں کا مرکز تعلیم تھا، دارالعلوم مئو کے شعبہ فارسی کے استادالاساتذہ اور اعظم گڑھ ضلع کے فارسی ادب وانشاء کے امام منشی ممتاز اترا روی کے توسط سے دارالعلوم کے درجہ عربی میں با آسانی داخلہ ہوگیا، اپنی درسی کتب میں محنت ومطالعہ اور درسوں کی پابندی اور اسباق کو ازبر کرنے کے شوق نے اساتذہ وطلبہ دونوں میں مقبولیت پیدا کردی، اور ذمہ داران ادراہ کی نگاہ کرم بھی ان کی طرف متوجہ رہنے لگی دارالعلوم مئو جو اپنے چیدہ اساتذہ کی وجہ سے کافی مشہور تھا، نورعالم کو اس کے علاوہ وہاں کے بڑے ادارے مفتاح العلوم اور فیض عام میں بھی شہرت حاصل ہوگئی، اور ہر ادارہ کی خواہش رہی کہ وہ ہمارے یہاں آجائیں ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات ؛؛ کو کون نہیں چاہتا ہے۔

دارلعلوم میں مولانا تین سال رہے، اس کے بعد اعلی فنون کی غرض سے دارالعلوم دیوبند آگئے، ان دنوں دارالعلوم دیوبند میں درجہ بندی نہیں تھی، چنانچہ انہوں نے متعدد فنون کی کتابیں اس کے ممتاز اساتذہ سے پڑھنے لگے، ساتھ ہی اپنے وقت کے مشہور ترین مردم ساز، ومنفرد ثقافت ولیاقت کے حامل اور عربی زبان وادب کے مستند ومعتبر استاذ مولانا وحیدالزماں کیرانوی سے قربت بنانے میں کامیابی حاصل کی، اب کیا تھا ایک طرف مردم ساز دست کیمیا تھا، اور دوسری طرف اس کو جذب کرنے والی کچی شاخ گل تھی بہت جلد مولانا کی خفتہ عربی زبان وادب کی قوت مناسبت جاگ اٹھی، حضرت مولانا وحیدالزماں اب نورعالم کے ادبی تہذیبی واخلاقی درس وتدریس کے ماویٰ وملجا بن گئے، ان کے اکثر اوقات وہیں گزرا کرتے تھے، وہ ہمہ وقت اسی منہل بے کراں سے ادبی وعلمی چسکیاں لیتے رہتے تھے، نورعالم کو قربت وحیدی سے عربی ادب وہ انشاء کے ساتھ تہذیب واخلاق کے بالوں پر سنوارنے کے ہنر وسلیقے بھی ملے، اب نورعالم دارالعلوم کی چہار دیواری میں عام طلبہ کی صفوں سے آگے نکل کر چیدہ ونمایاں طلباء کی صفوں میں آ گئے، ان کے اسباق کے تکرار میں جس کثرت سے طلبہ شریک ہوتے تھے اتنے اسی کتاب کے درس میں نہیں آتے تھے، یعنی ان کا تکرار اسباق طلبہ میں بہت مقبول تھا، چوں کہ وہ درس نظامی

کے رائج فنون کے مبادیات از بر کئے ہوئے تھے، جن کے استحضار سے ان فنون کے مطولات کی تکرار ان کے لئے پانی تھا نور عالم دار العلوم دیو بند کے علمی و ادبی افق پر مہتاب بن کر کچھ اوپر ہی اٹھے تھے، کہ دار العلوم کے طلبہ یونین کی اسٹرائیک کا آغاز ہو گیا، اللہ اللہ کر کے اسٹرائیک ختم ہوئی، تو اس میں شریک نمایاں طلباء پر شوری کا عتاب نازل ہونا شروع ہوا، 35 / طلباء کا اخراج ہوا، یہ 35 / طلباء وہ طلباء تھے، جو دار العلوم کے ممتاز ترین طلباء میں گنے جاتے تھے، نور عالم اسٹرائیک کے مشکوک طلباء کی فہرست میں تھے، لیکن یہ بھی اخراج کی زد میں آ گئے، اور انہیں آب دیدہ آنکھوں سے دار العلوم کو خیر باد کہنا پڑا، اس کے بعد بہار و یوپی کے کئی عدد منتہائے درس مدارس میں داخلہ کی کوشش کی، مگر عدم دلجمعی نے انہیں مدرسہ امینیہ کشمیری گیٹ دہلی پہنچا دیا، اور وہاں اس ذات گرامی سے درس حدیث لی، جو حدیث و تاریخ کا بے پایاں سمندر تھا، انہوں نے انہیں درس حدیث کے اسرار و رموز اور نکتہ و غموض سے مزین تو کیا ہی اس تراشیدہ ہیرے کی مختلف فنی رنگوں سے پالش بھی کی اور پھر اسے دنیا کی مقبول ترین عارف باللہ داعی الی اللہ حضرت علی میاں کے حوالے کیا، جو اس طرح کے ہیرے کے انتہائی قدرداں و خریدار تھے، اب مولانا نور عالم ندوہ آ گئے، وہیں سے نور عالم خلیل امینی کی علمی و عربی ادب و انشاء کی ضوء پھیلنی شروع ہوئی، ندوہ کی فکر و سوچ کا ترجمان عربی مجلہ البعث میں آپ کے عربی مضامین اور اردو سے عربی تراجم طبع ہونے لگے، جس نے ہندو بیرون ہند کے علمی طبقہ بالخصوص عربی ادب و انشا کے شائقین کے دلوں میں آپ کا مقام و مرتبہ پیدا کیا، اور ہر جگہ وہ ہر حلقہ سے پذیرائی ہونے لگی، ندوہ کی علمی و ادبی پر کیف فضاؤں میں نو دس سال گزارے، اسی درمیان دار العلوم دیو بند کے 82 / کے انقلاب کے جھونکے تھمے، اور نئی انتظامیہ کے روح رواں مولانا وحید الزماں جوان کے عربی ادب کے استاد و مربی تھے انہیں الداعی کی ریاست تحریر کا منصب سونپ دیا، گویا وہ علمی و ادبی آب جو جس علمی بحر سے نکلی تھی، وہیں پھر پھرا کر آ ملی، مولانا عالم نے دیو بند کا فکری و علمی ترجمان الداعی کے تحریر کی ذمہ داری اور شعبہ عربی ادب کی ریاست قبول کی، تو گویا ان کے علمی زندگی کے مزید نکھار کا آغاز ہوا، من بھا تا عربی مجلہ کی تحریر و کلاس ہم فکر و ذہن ادارہ کی ملازمت وغیرہ نے مستقبل میں ان کی علمی و ادبی تصنیف و تالیف کے میدان وسیع کر دیئے اور مولانا بتدریج بغیر پیچھے مڑے آگے بڑھتے گئے، اور ایک سے بڑھ کر ایک علمی کام ان سے پورے ہونے لگے۔

مولانا کی ملازمت کا دور آیا تو خوشحالی بھی آنے شروع ہوئی، اس خوشحالی کو آپ نے بڑی دانشمندی سے استعمال کیا، اور کسی کے حقوق کی ادائیگی میں کہیں سے شکایت کا موقع نہیں دیا، پیدائشی طور پر خلیق، سنجیدہ و متین تھے، طبیعت میں تواضع و فروتنی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، وسعت قلبی و سیر چشمی سے بھی اللہ تعالی نے خوب نوازا تھا، ان خوبیوں کی وجہ سے دوست واحباب، طلباء و اساتذہ، گاؤں و قریہ کے خاندان و رشتہ دار، اور بڑے بزرگوں کے سامنے اپنے کو چھوٹا بنا کر پیش کرتے رہے، سلام و کلام میں پہل، ملاقات و مصافحہ میں پیش قدمی ہوتی،

کسی کو دور اور ناراض ہونے کا موقع دینے سے حتی المقدور گریز کرتے، کبھی بھی امیر غریب، خواندہ وناخواندہ ہندو ومسلمان کسی سے آپ کی اخلاقی گراوٹ کی شکایت نہیں سنی گئی، اپنے گاؤں ہرپور بیشی میں ہوتے تو آپ کے پاس علاقائی علماء ومخصوص خواندہ افراد کا تانتا بندھا تو رہتا ہی تھا، ناخواندہ وجاہل دیہاتی کا آنا جانا بھی کم نہ رہتا تھا، کسی کو مصافحہ ومعانقہ میں پہل کرنے کا موقع نہیں دیتے تھے، ان سے مل کر بیٹھتے اور مادری وعلاقائی زبان جو مظفر پور سیتامڑھی کو محیط ہے، اور جس میں اردو سے زیادہ اپنائیت ومٹھاس ٹپکتی ہے دیر تک ان سے اسی زبان میں باتیں کرتے، ظریف الطبع بھی تھے، ہنستے اور ہنساتے اور طرح طرح کی گذری بسری باتیں کرتے تھکتے نہیں تھے، اور اخیر میں سبھوں کو اپنے ہاتھوں سے چائے وغیرہ پیش کرنے میں عار نہیں سمجھتے تھے، اگر کوئی ناشتہ کے وقت آجاتا تو انہیں ناشتہ وغیرہ میں شریک کئے بغیر نہیں جانے دیتے تھے، اخلاص واپنائیت سے اتنا اصرار ہوتا کہ وہ شریک طعام ہونے پر مجبور ہوجاتا، اور یہ سارے کام و خدمت اپنے پاؤں میں زخم ونقاہت اور کئی طرح کے امراض کے شکار ہونے کے باوصف از خود کرنے میں خوشی ومسرت محسوس کرتے تھے، میں اکثر تنہائی میں سوچا کرتا ہوں کہ اللہ تعالی نے مولانا نور عالم خلیل امینی کو دینی علوم وفنون میں جو یکتائیت اور عربی زبان وادب میں جو کمال عطا کیا تھا، کہ اس کے رعب سے عام علماء، وادباء، ان کے پاس بیٹھنے یا ہم کلام ہونے سے کتراتے تھے، جبکہ وہ ذاتی طور پر فروتنی تواضع وانکساری ونرم دلی، اور وسعت ظرفی کے ایسے پیکر تھے، کہ اجڈ جاہل ہندو مسلم مزدور، ان سے نہیں ڈرتے تھے، مولانا ان کی زبان وادا میں باتیں کرتے باتوں باتوں میں کھلکھلاتے اور مزے لے لے کر ان کی چائے وغیرہ سے خاطر مدارات کرنے میں فخر وشرف محسوس کرتے تھے۔

ہرپور بیشی کی جامع مسجد کی تعمیر وتکمیل بغیر کسی چندے وہ امداد کے محض آپ کی اپنی انفرادی کدوکاوش سے ہوئی، اس کا فنڈ کہاں سے آیا، کس نے دیا، یا خود اپنا لگایا، کسی کو پتہ نہیں، یہ طویل وعریض مسجد چار پانچ سالوں میں مکمل ہوئی، یہ مسجد مغل طرز تعمیر کا نمونہ ہے، اس کی تعمیر کے دنوں میں مستریوں کے ساتھ آٹھ آٹھ، دس دس، گھنٹے کھڑے رہتے، مگر اخلاص وللہیت کا عالم یہ تھا کہ، کبھی اف نہیں کرتے، اور نہ کبھی ملول ہوتے، یہ مسجد مولانا کی باریک بینی، ذوق نقاشی، اور اعلی ذوق جمال کی عکاس ونمونہ ہے، بال برابر کہیں سے کجی یا کمی محسوس ہوتی تو اسے توڑ وا کر دوبارہ بنواتے، دربھنگہ، مظفر پور، اور سیتامڑھی کے گنے چنے مسجد کے ماہر ترین معماروں کو از خود تلاش بسیار کے بعد بلواتے، مگر وہ بھی بسا اوقات آپ کے ذوق ومہین نقوش تراشی کے سامنے چک کر جاتے، تو مولانا کی انہیں ڈانٹ پڑتی، مگر یہ معمار مساجد جو عموما بڑے نازک مزاج وغصہ ور ہوتے ہیں، مولانا کی اس طرح پکڑ وگرفت کو برا نہ مان کر ان کی ہدایت قبول کرلیتے تھے، اصل مستری 4/4 ہوتے، ان کے معاونین اور پھر مزدور کل ملا کر پندرہ بیس ہوتے، جن میں غیر مسلم بھی ہوا کرتے تھے، وہ سب ان کی نرم خوئی، اور خوش کلامی وظریفانہ جملے سے اتنے خوش رہتے کہ بعض وقت ان کی کمی کوتاہی پر مولانا کی تند کلامی وسخت

مزاجی کو مسکراتے ہوئے سہہ لیتے تھے، اسی زمانہ کی بات ہے، کہ دربھنگہ کے ایک راج مستری جن کا نام مجھے یاد نہیں رہا، ایک مرتبہ مجھ سے نماز عشاء کے بعد تنہائی میں باتوں باتوں میں مخاطب کرتے ہوئے کہا، مولانا، حضرت مولانا نور عالم بزرگ ہیں، میں نے کہا، وہ کیسے آپ نے سمجھا، کہ مولانا بزرگ ہیں، انہوں نے کہنا شروع کیا، حضرت مستریوں مزدوروں کے ساتھ ایسا اچھا سلوک وبیہوار کرتے ہیں، وہ کسی بزرگ ہی سے ہوسکتا ہے، ہمارے کھانے پینے کام وآرام وغیرہ کا سختی سے خیال و انتظام کرتے ہیں، ہر چیز اپنے وقت پر پہنچ جاتی ہے، کبھی شکایت وکمی کا موقع نہیں دیتے ہیں، علاوہ ازیں ہم لوگوں کی مزدوری دیتے وقت حسب کام اضافے کے ساتھ مزدوری دیتے ہیں، مسلم وغیر مسلم میں کوئی امتیاز نہیں کرتے، یہ بھی سنا ہے کہ حضرت نے جو بھی زمین خریدی ہے، اس میں اپنے سوتیلے بھائیوں کو برابر کا شریک کیا ہے، اور ابھی تک جبکہ سب الگ الگ ہیں، مختلف طریقے سے ان کا تعاون کرتے رہتے ہیں، آج جب کہ سگے بھائی کو اپنے بھائیوں کی حق تلفی میں آر نہیں ہوتا ہے، یہ خوبیاں ان کی بزرگی وبے نفسی کی ہی علامت تو ہے، میں نے کہا بے شک اللہ تعالی کے مقرب بندے ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، فرق یہ ہے کہ وہ گوشہ نشین نہیں ہیں، بایں وجہ عام لوگ ان کے تقوی وطہارت تواضع وخشیت سے غافل ہیں، ایک عالم باعمل کی صفات میں سے ہے کہ، وہ حلقہ درس وتدریس میں اعلی درجے کے معلم ومربی ہوتے ہیں، اور عوامی زندگی میں حسن سیرت، وخوش اخلاقی، اور اخلاق ومحبت کے مجسمہ دکھائی دیتے ہیں، وہ سارے انسانوں کو اللہ کا کنبہ تصور کرتے ہیں، منکرات و مشتبہات سے دور ہوتے ہیں، یہی عند اللہ ان کی محبوبیت کی دلیل وعلامت ہوتی ہے۔

دیوبند میں بھی ملاقاتی وطلباء کی تواضع میں کمی وکسر برداشت نہیں ہوتی تھی، گاؤں وگھر کے کوئی متعلقین یا رشتہ کا کوئی فرد زیارت کی غرض سے افریقی منزل قدیم میں وارد ہوتا، تو ان سے مل کر آپ پھولے نہیں سماتے، اور ان کے قیام وآرام کا اس قدر خیال ودھیان کہ مہمان کو شرم آنے لگتی، کہ علمی وادبی دنیا کا اتنا بڑا انسان ایک معمولی حیثیت کے مہمان کے سامنے کتنا چھوٹا و خادم بنا ہوا ہے، حضرت مولانا کی مہمان نوازی اور دوست و احباب کی دلجوئی سنت نبوی کا مکمل نمونہ اور اپنے آپ میں بے مثال تھی، ان کی انفرادیت یہ بھی تھی جو عام طور پر بڑے لوگوں میں نظر نہیں آتی ہے، کہ وہ خوش اخلاقی وتواضعی کاموں میں خود متحرک رہتے تھے، اپنے بچوں کے وشاگردوں کا شریک کار ہونا پسند نہیں کرتے تھے، حد تو یہ ہے کہ وہ خود اپنے ہاتھوں سے چائے بنا کر پیش کرنے میں بڑا فخر وسرور محسوس کرتے تھے، اور وقفے وقفے سے مزاحی چٹکلوں سے ہم نشینوں کو شاد کام کرتے رہنا ان کی خاص عادت واخلاق تھا۔

حضرت مولانا وقت اور اصول کے بڑے سخت پابند تھے، اس کی کمی وکوتاہی برداشت انہیں نہ تھی، ایک خالص علمی وادبی شخص ہونے کے ناطے پڑھنا لکھنا آپ کا اوڑھنا بچھونا تھا، اس کے درمیان کوئی چیز مخل ہوتی تو آپ کو بڑا انقباض ہوتا تھا کسی کو ان وقتوں میں آنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی، جن دنوں خطوط

ومراسلہ کا چلن تھا اور وہی ذرائع ابلاغ تھے،اس کے لیے بھی انہوں نے وقت متعین کر رکھا تھا، ہر خطوط ومکتوب کو بالاستعاب پڑھتے اور بالتفصیل جواب دینے میں تاخیر کو اخلاقی جرم سمجھتے تھے، جبکہ بعض خطوط کئی کئی صفحات کے ہوتے تھے، میرے پاس مولانا مرحوم کے پچاسوں خطوط ہیں، جو سب کے سب نجی وگھریلو مسائل کے ہیں، بڑے لمبے لمبے ہیں، حیرت ہوتی ہے کہ جس شخص کی کوئی ساعت ومنٹ تحریر وتدریس سے خالی نہیں ہوتی ہے، وہ آدمی ایک ایک دن میں کئی کئی عدد خطوط کے جواب کی تحریر میں سستی وتساہل نہیں کر پاتے تھے، یہ ان کے انتہائی بلند اخلاقی ذمہ داری کی غماز ہے، دفاع صحابہ کے مسودہ پر نظر ثانی اور اس کا مقدمہ لکھنے کی میں نے جب درخواست کی تو صرف ایک ماہ کے اندر اندر نظر ثانی اور مقدمہ تحریر فرما دیا، اور جہاں کہیں کوئی جملہ یا سطر ان کے اپنے اعلیٰ ومنفرد طرز ادا کے خلاف نظر آیا، تو یہ کہہ کر اصلاح فرمائی کہ آپ کا طرز بیان ٹھیک ہے، لیکن میرے خیال میں ایسا ہوتا تو زیادہ اچھا وخوب ہوتا، افسوس صد افسوس کہاں کھوگئی یہ شخصیت جن کی اصلاح کا انداز دیکھئے اس میں کتنی اپنائیت ومحبت مترشح ہو رہی ہے، آپ کا یہ پیارا ونرالا انداز اصلاح عربی واردو کے ہر نئے مضمون نگار کے لیے ہوتا تھا۔

نماز عصر کے بعد کا وقت عموماً نئے ملاقاتی وطلبہ سے ملاقات کے لیے مخصوص تھا، سبھوں سے گفتگو ہوتی، مسائل کا جواب دیتے، طلباء کے لاینحل مسئلہ کا حل فرماتے، اور دور دراز سے آئے مہمانوں کا انتظام کراتے، انہیں اپنے وقت کے خیال رکھنے کی تاکید کرتے، مقصد یہ ہوتا کہ نہ ان کا وقت برباد ہو، نہ حضرت کا قیمتی وقت ضائع ہو، حضرت مولانا وقت کو اللہ تعالی کی طرف سے بندوں کو دی گئی غیر معمولی امانت سمجھتے اور بے کار وخرافات امور میں اس کی تضیع عند اللہ باز پرس ہونے کا خوف نہیں دامن گیر رہتا تھا، اوقات کی اسی حفاظت وبچت کے سبب آپ تدریسی ذمہ داری الداعی کی امارت جس میں زیادہ تر آپ کے ہی قلم کے انتہائی وقیع مضامین ہوا کرتے تھے، علاوہ ازیں مختلف اسفار، کئی طرح کی تکلیف دہ امراض کے شکار ہونے کے باوصف درجنوں عربی واردو میں ضخیم کی کتابیں تصنیف کیں، اور سیکڑوں مضامین ومقالات کی تحریر میں کامیاب رہے، جو سب کے سب آپ کی حیات قلیل میں ہی طباعت واشاعت سے آراستہ ہو کر اہل علم وقلم سے داد تحسین حاصل کر چکی ہیں، اللہ تعالی نے مولانا کو رقت قلبی و پاکیزگی روح، اور نفس مطمئنہ کی دولت سے بھی نوازا تھا، کسی کی مصیبت وتکلیف برداشت نہیں ہوتی، بارہا دیکھا گیا کہ آپ کسی مصیبت زدہ کی پریشانی سن کر آبدیدہ ہو جاتے، اور کئی گھنٹے بلکہ کئی کئی روز متاثر وملول نظر آتے، اسی رقت قلبی کا اثر تھا کہ تنخواہ ملتے ہی کچھ لفافے اپنے خادموں کے حوالے کر کے دیوبند کے چند گھروں میں پہنچانے کا حکم فرماتے رہے، آپ کا یہ معمول مرض الموت میں بھی باقی رہا، چنانچہ میرٹھ ہاسپٹل میں ایڈمٹ ہونے سے صرف ایک دن قبل اسی طرح کے بند لفافے اپنے بڑے صاحبزادے مولانا اسامہ نور کو حوالہ کرتے ہوئے کہا، کہ ان لفافوں کو فلاں فلاں گھروں میں پہونچا دینا، مال ودولت سے بے رغبتی کا ہی نتیجہ ہے کہ آپ دنیا سے رخصت بھی ہو گئے، مگر اپنا ایک مکان بھی نہیں بنا سکے، حالانکہ

مادہ ودولت آپ کے پاس آتے رہے، لیکن نہ اسے چپک کر پکڑا نہ اپنے کنبہ تک محدود رکھا، آپ کی اسی فیاضی اور ہمدردی کے سبب مہینہ ختم ہونے سے قبل ہی آپ کا ہاتھ پورے طور پر خالی ہو جاتا تھا۔

مولانا کی تین بجے شب میں بیدار ہونا قدیم عادت تھی، طلوع آفتاب تک تہجد اور ذکر وتسبیحات میں ہوتے، اس اجابت وقبولیت کے ایک منٹ کو بھی یاد الٰہی سے خالی نہیں ہونے دیتے تھے، دعائیں لمبی اور استغراق اور بے خودی سے بھری ہوئی ہوتی تھی، آہ وزاری کے آثار چہرے سے چھلکتے ہوئے تھے، کسی وقت بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا تو کانپ سے جاتے، گویا وہ واذا کر اللہ وجلت قلوبہم کے پیکر تھے، جبکہ آپ نے نہ کسی خانقاہ سے جڑے، نہ کسی پیر ومرشد سے منسلک ہوئے، اس کے باوصف خدا ترسی اور دنیا کی بے ثباتی وبے قدری آپ پر اس قدر غالب تھی کہ بڑے بڑے کام کئے، مگر کہیں سے اپنے کئے ہوئے کاموں کے اظہار کا کوئی ثبوت نہیں چھوڑا ہے، جبکہ آج کے دور میں کام ہو یا نہ ہو شہرت وپرچار ہونا چاہیے، آپ کی اسی بے نفسی اور فنا فی اللہ کا ثمرہ تھا کہ نصف شب کے بعد اچانک آپ کی طبیعت میں بگاڑ آیا، آپ کے چلنے پھرنے کی طاقت پہلے ہی سے طویل علالت کی وجہ سے ختم ہو چکی تھی، آپ کے پاس موجود افراد کو ایسا محسوس ہوا کہ آپ کہیں کے لئے تیار ہو رہے ہیں، پھر اپنے بڑے لڑکے اسامہ نور سے کہا اب میں جا رہا ہوں، اور انگلیوں کے پوروں پر کچھ ورد کرنے لگے، اور ورد کرتے کرتے آپ کا نفس مطمئنہ اپنے جاں آفریں مالک سے جا ملا، انا للہ و انا الیہ راجعون

اس میں کوئی شک نہیں کہ مولانا نور عالم خلیل منفرد طرز کے عربی واردو کے مایہ ناز ادیب تھے، ان کی انشاء پردازی مقالہ نگاری تصنیفی وتالیفی کاموں نے ہندو بیرون ہند کے فکر وفن اور زبان وادب کے سخن دانوں ونقادوں سے توصیف وتحسین حاصل کر چکے ہیں، دیکھا گیا ہے کہ اعلیٰ ترین فنی وادبی تخلیق کاروں کی صفوں میں ایسے افراد خال خال ہوتے ہیں، جو زبان وادب کے رنگین جولان گاہوں کی سیر کے ساتھ دینی علوم میں پختگی اور ملکوتی صفات وآداب کی وسیع فضاؤں میں پرواز کرتے نظر آئے ہوں، مگر مولانا نور عالم خلیل نے ان دونوں علوم وریاضت کی سنگلاخ زمینوں کو سر کیا، اور دونوں کے کمالات وکیفیات سے بہرور ہوئے، اہل علم وفضل نے ان کی علمی وادبی کاوشوں ونگارشوں سے خوب مزے لیئے اور پڑھے، مگر ان کی خداترسی فنا فی اللہ اور اللہ کے کنبوں کی مختلف خدمات عام وخاص لوگوں سے اوجھل ومخفی رہیں، اور مولانا بھی بالقصد سختی سے اس کو پوشیدہ رکھا، اور کسی پر اس کو وا نہیں ہونے دیا، اللہ تعالیٰ ان کی اس ادائے خاص کو قبول فرمائے، اور جنت الفردوس میں جگہ دے،

آمین ثم آمین

❁ ❁ ❁

قرآن اور حدیث کا حجاب پر کیا موقف ہے؟

پروفیسر اختر الواسع

اسکول کی بچیوں کے حجاب پہننے کو میڈیا نے پچھلے کچھ دنوں میں غیر ضروری طور پر تنازعہ کا موضوع بنا دیا ہے، میڈیا حجاب کے ان پہلوؤں پر بحث میں اتر آئی ہے جو نہ تو ملک کی سماجی ہم آہنگی کے لئے مفید ہے، نہ دستوری طور پر حاصل فرد کی آزادی اور مذہبی آزادی سے ہم آہنگ ہے، بلکہ یہ ملک کی بہتر شبیہ کو دنیا میں متاثر کر رہی ہے کیونکہ اس موضوع نے ملکی میڈیا سے باہر نکل کر عالمی میڈیا کو بھی متوجہ کر لیا ہے۔ اس مسئلہ کو مزید بگاڑنے میں بعض ایسے افراد کے انٹرویوز بڑا کردار ادا کر رہے ہیں جو مسئلہ کو غلط تناظر میں پیش کر رہے ہیں، یا پھر حجاب کے تعلق سے قرآن و حدیث کے واضح موقف کو توڑ مروڑ کر بتا رہے ہیں اور عام لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ ہم اس مضمون میں حجاب کے تعلق سے قرآن اور حدیث کے موقف کو چند پوائنٹس کے ذریعے، جو اسلامی موقف کو واضح کرتے ہیں، کو پیش کرنا چاہتے ہیں کیونکہ اسے اس کی صحیح تصویر میں دیکھنا اور جاننا انتہائی ضروری ہے:

1۔ حجاب عربی زبان کا لفظ ہے، اس کا معنی پردہ کرنا ہے۔ اِس وقت سر کو ڈھانپنے کے لئے استعمال ہونے والے کپڑے کو حجاب کہا جا رہا ہے جبکہ اس لفظ کا اصلی معنی صرف ''پردہ کرنا'' ہے۔ قرآن کریم میں ''حجاب'' کا لفظ ''پردہ'' اور ''اوٹ'' کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ ایک جگہ قرآن کی آیت ہے کہ اللہ کسی انسان سے بات پردہ یا اوٹ کے پیچھے سے کرتا ہے۔ (شوریٰ، 42:51) سورہ مریم میں ہے کہ حضرت مریمؑ نے لوگوں سے پردہ (حجاب) کر لیا تھا۔ (مریم، 19:17) قیامت کے بارے میں قرآن میں ہے کہ اہل جنت اور اہل دوزخ کے درمیان ایک پردہ (حجاب) ڈال دیا جائے گا۔ (اعراف، 7:46).

اسی طرح قرآن میں سات جگہوں پر لفظ ''حجاب'' کا استعمال پردہ اور اوٹ کے معنی میں ہوا ہے۔ یہ بات سمجھنے کی ہے کہ ایک زبان کا لفظ دوسری زبان میں یکساں معنی نہیں رکھتا ہے۔ مثال کے طور پر اردو میں ہم لفظ ''عورت'' خاتون کے لئے بولتے ہیں جبکہ عربی زبان میں خاتون کے لئے ''امرأۃ'' اور ''نساء'' کے الفاظ ہیں۔

2۔ مذہب اسلام نے جسم کے حصوں کو چھپانے اور پردہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ حکم لازمی ہے نہ کہ اختیاری۔ یہ حکم مرد اور عورت دونوں کے لئے ہے جو کہ بالغ ہونے کے بعد لازمی ہو جاتے ہیں۔ اسے قانونی زبان میں 'ستر کو چھپانا' اور اصطلاحی طور پر 'سترِ عورت' کہتے ہیں، یعنی ان حصوں کو چھپانا جن کے چھپانے کا حکم ہے۔ جسم کے یہ حصے مرد اور عورت دونوں کے لئے علاحدہ علاحدہ ہیں۔

3۔ عورت جب گھر سے باہر نکلے تو اس کے لئے ستر یعنی پردہ کرنے کے جسم کے حصے کیا ہیں؟ اس تعلق سے اسلامی قانون درج ذیل ہے:

اجنبی مردوں کے سامنے عورت اپنے دونوں ہاتھ اور چہرہ کو کھلا رکھ سکتی ہے۔ یہ رائے امام ابوحنیفہ اور چند علماء کی ہے۔ دوسرے علماء کی رائے ہے کہ سارا جسم پردہ ہے، صرف آنکھ کھلا رکھ سکتی ہے، تاکہ وہ آرام سے چل سکے۔ واضح رہے کہ یہ اختلاف چہرہ کھولنے کے تعلق سے ہے، سر اور بال کے کھولنے کی اجازت کہیں نہیں ہے۔

4۔قرآن نے دوجگہوں پر متعین طور پر اور دوسرے مقامات پر بھی عورتوں کے پردہ کرنے کے عام احکام بیان کئے گئے ہیں۔ان دوجگہوں کے علاوہ ایک حکم سورہ نور میں اور دوسرا سورہ احزاب میں ہے۔سورہ نور قرآن کے اٹھارویں پارہ میں ہے، اس میں مرد اور عورت دونوں کو نگاہیں نیچی رکھنے اور شرمگاہوں کی حفاظت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔عورتوں کو خصوصی طور پر حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی زینت اور زیبائش یعنی میک اپ وغیرہ کو اپنے کن کن رشتہ داروں کے سامنے نمایاں کرسکتی ہیں اور کن کے سامنے نہیں۔اسی سیاق میں عورتوں سے یہ بھی کہا گیا کہ وہ ''ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن'' (نور:31) یعنی وہ اپنی اوڑھنی اپنے سینوں پر ڈالیں۔خمار، دوپٹہ اور اوڑھنی کو کہتے ہیں، اس کی جمع 'خمر' ہے۔'جیب' سینہ اور گریبان کو کہتے ہیں، اس کی جمع 'جیوب' ہے۔سورہ احزاب میں حکم دیا گیا ہے کہ ''یاایھا النبی قل لازواجک وبناتک ونساء المؤمنین یدنین علیھن من جلابیبھن'' (احزاب:59) یعنی اے نبی! آپ کہہ دیجئے اپنی بیویوں، اپنی بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں کو کہ وہ اپنے اوپر اپنے جلباب یعنی چادر ڈال لیں۔قرآن کی ان دونوں آیتوں کے پیش نظر حکم یہ بنتا ہے کہ عورتیں اجنبی مردوں کے سامنے اپنی زینت کو چھپائیں، اپنے سینوں پر دوپٹہ ڈالیں اور گھونگھٹ نکال لیں۔اب اس کے ساتھ حدیث شریف دیکھئے۔حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ حضور اکرمؐ کے پاس آئیں، ان کے جسم پر کپڑے باریک تھے، تو حضور اکرمؐ نے فرمایا: ''اے اسماء: جب بچی بالغ ہوجائے تو اس کے جسم کے صرف ہاتھ اور چہرہ نظر آنا چاہئے''۔(ابوداؤد: حدیث نمبر:4104)۔ پس قرآن کی دونوں آیات اور حدیث کا مجموعی حکم یہ ہے کہ عورتوں کو اجنبی مردوں کے سامنے سر نہیں کھولنا ہے، زینت کا اظہار نہیں کرنا ہے، اور اپنے اوپر ایسا کپڑا ڈالنا ہے جو گھونگھٹ کی طرح ہو اور سینہ کو ڈھانپ لے۔البتہ چہرہ کو ڈھانپنے یا نا ڈھانپنے کا اختیار ہے۔

5۔اس مقصد اور حکم کی تعمیل جس صورت میں ہو یا جس کپڑے سے ہو وہ مطلوب ہے۔آج جو کپڑا رائج ہے وہ اسکارف یا حجاب کے نام سے جانا جاتا ہے۔کچھ خواتین چہرہ بھی چھپاتی ہیں، کچھ نہیں چھپاتی ہیں لیکن سر کو وہ سب ہی خواتین چھپاتی ہیں، جو قرآن اور حدیث کے حکم پر عمل کرتی ہیں۔

6۔اس وضاحت کے بعد یہ بات پوری طرح صاف ہو جاتی ہے کہ حجاب یا اسکارف لگانا عین قرآن اور حدیث کا حکم ہے۔اور اس سے منع کرنا قرآن کے حکم پر عمل کرنے سے روکنا ہے۔خواتین کے لئے سر ڈھانپنے اور حیاء وشرم کے تحت چہرہ بھی ڈھانپنے کا رواج ہمارے ملک میں ہزاروں برس سے ہے، اور ہر کمیونٹی کے اندر ہے۔ہمارے ملک میں کئی صوبوں کے اندر ہندو خواتین سر ڈھانپتی ہیں اور گھونگھٹ نکالتی ہیں۔سکھ خواتین سر ڈھانپتی ہیں، بلکہ گرودوارہ کے اندر کوئی مرد بھی سر ڈھانپے بغیر نہیں جاسکتا ہے۔مسلم خواتین کے لئے سر کا ڈھانپنا اسی طرح مذہبی حصہ ہے جس طرح دوسرے کئی مذاہب کے اندر ہے۔جہاں تک اسکولوں میں ڈریس کا تعلق ہے تو ڈریس کے رنگ کا ہی اسکارف لگایا جاسکتا ہے، اور مسلم بچیوں کے ڈریس پہن کر اسکارف لگانے سے نہ تو ڈریس کی خلاف ورزی ہوتی ہے، اور نہ اس سے دوسرے کسی فرد کی تکلیف کا تصور بھی کیا جاسکتا ہے۔موجودہ مسئلہ میں کچھ شدت پسندوں نے اور ملک کی گنگا جمنی تہذیب اور باہمی محبت کے ماحول کو بگاڑنے والوں نے عرصہ سے چلے آرہے ایک پرسکون رواج کو خواہ مخواہ بدامنی پیدا کرنے کا ذریعہ بنایا ہے، اور وہ ملک کے پرامن ماحول کو خراب کررہے ہیں۔ضرورت ہے کہ ایسے شرپسندوں پر لگام لگائی جائے۔

❁ ❁ ❁

جب وقت قیام آیا۔۔۔

ودود ساجد

مسلسل 11 روز کی نرم و گرم بحث کے بعد کرناٹک ہائی کورٹ کی سہ رکنی بنچ نے ’حجاب‘ پر اپنا فیصلہ محفوظ کرلیا۔عام طور پر ’فیصلہ محفوظ‘ اس وقت رکھا جاتا ہے جب عدالت کے پیش نظر معاملہ بہت پیچیدہ ہو اور جس کے ہر نکتہ کو گہرائی کے ساتھ سمجھنے کیلئے ججوں کو مزید وقت اور مزید مواد درکار ہو۔فیصلہ کو محفوظ رکھنے کا یہ مطلب بھی ہوتا ہے کہ عدالت اپنی بصیرت کی روشنی میں فیصلہ لکھنے سے پہلے متعلقہ معاملہ کے تمام پہلوؤں کا تفصیلی طور پر قانونی اور آئینی جائزہ لینا چاہتی ہے۔عدالت نے متعلقہ فریقوں کو اپنے مشورے اور تجاویز کو تحریری طور پر جمع کرانے کی بھی رخصت دیدی ہے۔بہرحال فیصلہ جو بھی آئے ایسا لگتا ہے کہ حجاب کے مسئلہ پر 11 روز تک عدالت میں ہونے والی بحث کی کوکھ سے بہت سے دوسرے مسئلے بھی پردۂ ظہور پر آ گئے۔ان میں سے کتنے مسئلے دور تک اور دیر تک قائم رہیں گے اس کا ابھی کوئی اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔لیکن یہ ضرور کہا جاسکتا ہے کہ کچھ مسئلے ایسے بھی اٹھیں گے کہ جن کی دھمک سے اصل مسئلہ غائب ہوجائے گا۔مثال کے طور پر ساتویں دن کی بحث میں‘ جب حکومت کے وکیل (ایڈوکیٹ جنرل) اور مدعا علیہان کے وکلاء کو مدعیان کے دلائل کا جواب دینا تھا‘ ایک نیا اشو اٹھادیا گیا۔

اوڈوپی میں لڑکیوں کے گورنمنٹ پری یونیورسٹی کالج کے وکیل ایس ایس ناگ آنند نے عدالت کو بتایا کہ حجاب کا یہ اشو صرف اس وقت اٹھا جب چھ لڑکیوں نے یکم جنوری کو سی ایف آئی کے ایک اجلاس میں شرکت کرنے کے بعد کالج کے پرنسپل سے کلاس میں بھی حجاب لگا کر آنے کی اجازت دینے کا مطالبہ کیا۔وکیل نے بتایا کہ مسلم لڑکیوں کو کالج کے احاطے کے اندر تک حجاب لگا کر آنے کی اجازت پہلے سے ہی تھی لیکن کلاس کے اندر حجاب اتار کر جانا ہوتا تھا۔یعنی کالج کے وکیل نے کرناٹک میں جاری حجاب کے تنازعہ کی پوری ذمہ داری سی ایف آئی کے سر پر ڈال دی۔سی ایف آئی کا پورا نام ’کیمپس فرنٹ آف انڈیا‘ ہے۔کہتے ہیں کہ یہ پی ایف آئی (پاپولر فرنٹ آف انڈیا) کی اسٹوڈینٹ ونگ ہے۔ایس ڈی پی آئی اس تنظیم کی سیاسی ونگ ہے۔

ہمیں اس امر کی کوئی تصدیق نہیں ہے کہ فی الواقع وہی ہوا جو مذکورہ کالج کے وکیل نے عدالت کو بتایا۔لیکن عدالت نے اس اطلاع پر حکومت سے رپورٹ تو طلب کر ہی لی۔یہ بات عدالت کے ریکارڈ میں آگئی کہ کوئی سی ایف آئی نامی گروپ ہے جو اس پورے قضیہ میں ملوث ہے۔چیف جسٹس نے پوچھا کہ سی ایف آئی کے تعلق سے کیا حکومت کے پاس انٹلی جنس کی کوئی رپورٹ ہے۔اگلے ہی روز حکومت کے وکیل نے سی ایف آئی کے تعلق سے مہر بند لفافہ میں ایک رپورٹ عدالت کو سونپ دی۔’مہر بند رپورٹ‘ کا مطلب سادہ زبان میں یہ ہوتا ہے کہ حکومت اس

رپورٹ کو عدالت کے علاوہ کسی اور پر افشا نہیں کرنا چاہتی۔یعنی مدعیان کو اس کے بارے میں نہ علم ہوگا اور نہ اس کے نکات پڑھ کر اس کا جواب دینے کا کوئی حق ہوگا۔'مہر بند' یا سیل بند رپورٹ کا براہ راست کوئی قانون موجود نہیں ہے۔لیکن اس کا استعمال سپریم کورٹ نے اپنے تیرہویں حکم نامہ کے ضابطہ نمبر سات سے حاصل اختیارات اور ہندوستان کے قانون شہادت 1872 کے سیکشن 123 کے تحت کرنا شروع کیا تھا۔وہاں صرف عدالت ہی حکومت سے 'سیل بند' رپورٹ طلب کرتی تھی اور ضرورت محسوس ہونے پر اسے فریق مخالف کو بھی دیدیتی تھی لیکن اب اس کا از خود استعمال حکومتیں مختلف ہائی کورٹس میں بھی کرنے لگی ہیں۔حالانکہ کرناٹک ہائی کورٹ نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا تھا لیکن حکومت نے اپنی طرف سے یہ رپورٹ 'سیل بند' پیش کی۔یہی نہیں بلکہ ایڈوکیٹ جنرل نے کارروائی شروع ہوتے ہی عدالت کو مطلع کیا کہ اوڈوپی کے ایک کالج کے کچھ ٹیچرس کو دھمکانے کے الزام میں سی ایف آئی کے ممبران کے خلاف پولیس نے ایف آئی آر بھی درج کرلی ہے۔ظاہر ہے کہ اس کا مطلب یہی ہے کہ ایک طرف جہاں حجاب پر ہنگامہ اور شرپسندی کرنے والوں کو اب تک ہاتھ نہیں لگایا گیا وہیں جنھوں نے حجاب کے حق کیلئے آواز اٹھائی یا طالبات کو اس پر آمادہ کیا ان کے خلاف اب پورے کرناٹک میں اور خاص طور پر اوڈوپی میں بڑے پیمانے پر کارروائی کی جائے گی۔سی ایف آئی کی آڑ میں اب کس کس پر افتاد آئے گی نہیں کہا جاسکتا۔

اولین سطور میں خالص لڑکیوں کے جس سرکاری پری یونیورسٹی کالج کا ذکر آیا ہے اس کے پرنسپل 'رودرے گوڈا' کا کہنا ہے کہ اس کالج میں حجاب پر کوئی ضابطہ بنانے کی ضرورت اس لئے نہیں پڑی کہ کلاس روم میں بچیاں حجاب پہنتی ہی نہیں تھیں اور کالج کے احاطہ میں حجاب پہن کر آنے کی کوئی ممانعت نہیں تھی۔پرنسپل کی طرف سے عدالت میں یہ بھی بتایا گیا کہ پچھلے 35 برسوں میں ایسی صورتحال کبھی سامنے نہیں آئی لیکن اب لڑکیاں کلاس روم میں بھی حجاب کی اجازت کسی خارجی طاقت کی پشت پناہی کے سبب طلب کررہی ہیں۔چھٹے دن کی بحث کے دوران چیف جسٹس نے حکومت کے وکیل سے پوچھا تھا کہ اگر کالج لڑکیوں کو حجاب پہن کر آنے کی اجازت دینے کا فیصلہ کریں تو کیا حکومت کو اس پر اعتراض ہوگا؟ اس پر ایڈووکیٹ جنرل نے جواب دیا تھا کہ یہ تو اسی وقت دیکھا جائے گا۔یعنی حکومت کی نیت میں کھوٹ ہے! حکومت نے یونیفارم کے ضمن میں 5 فروری کو جو جی او جاری کیا تھا اس پر عدالت میں جواب داخل کرتے ہوئے اس نے لا اینڈ آرڈر کا بھی ذکر کیا تھا۔ایڈووکیٹ جنرل نے اپنی ساری بحث میں ایک طرف جہاں اس پر زور بیان صرف کیا کہ حجاب مسلمانوں کے لئے لازمی مذہبی عنصر نہیں ہے وہیں یہ بھی کہا کہ حجاب آئین کی دفعہ 25 کے تحت حاصل حقوق میں آتا ہی نہیں۔اس کا یہی مطلب ہوا کہ کرناٹک حکومت مسلم طالبات کو حجاب کا نہ مذہبی حق دینا چاہتی ہے اور نہ دستوری۔اوپر سے وہ حجاب پہننے کو لا اینڈ آرڈر سے بھی جوڑ رہی ہے۔ابھی یہ واضح نہیں کہ عدالت کیا موقف اختیار کرے گی لیکن جو بھی ہو اسے لازمی مذہبی عنصر یا دستور کی دفعہ 25 میں سے ہی کسی ایک کو اختیار کرنا ہوگا۔بعض وکلاء نے' خاص طور پر یوسف مچھالا' روی ورما کمار اور دیودت کامت نے قرآن کے حوالے بھی

پیش کئے۔لیکن سب سے تفصیلی قرآنی حوالے وکیل اے ایم ڈار نے پیش کئے۔انہوں نے معقولیت کے ساتھ قرآن کو مطلوب حجاب اور پردہ کا مفہوم بھی سمجھایا۔انہوں نے حساسیت کو واضح کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ اس سہ رکنی بنچ کی خاتون جج، جسٹس جے ایم قاضی زیادہ بہتر طور پر سمجھ سکتی ہیں۔بنچ کے دو ججوں، جسٹس ایس کرشنا دکشت اور چیف جسٹس ریتو راج اوستھی نے ان کے دلائل میں دلچسپی لی اور کچھ نوٹس بھی لکھے۔جس سنگل بنچ میں سب سے پہلے یہ معاملہ گیا تھا اس کے جج، جسٹس دکشت نے مسٹر ڈار کے ذریعہ پیش کئے گئے حوالوں کو اہتمام کے ساتھ نوٹ بھی کیا اور کچھ نکتوں پر وضاحت بھی چاہی۔امید یہ ہے کہ بنچ کیلئے جسٹس دکشت ہی اس مقدمہ کا فیصلہ لکھیں گے۔

یہ درست ہے کہ عدالتوں نے مسلمانوں کے بعض داخلی اور مذہبی معاملات پر غیر حساسیت کے ساتھ فیصلے دئے ہیں۔یہ تخصیص صرف موجودہ حکمرانوں کے زمانہ میں آنے والے فیصلوں کے ساتھ ہی نہیں ہے۔ماضی میں بھی یہ خوب ہوا ہے۔خود بابری مسجد کے تعلق سے ہی تالہ کھولنے کا فیصلہ دوسرے حکمرانوں کے زمانہ میں ہوا تھا۔لیکن چونکہ بابری مسجد مقدمہ کا 'حتمی فیصلہ' موجودہ حکمرانوں کے ہی زمانہ میں پراسرار طور پر رونما ہوا ہے اس لئے عدالتوں پر مسلمانوں کا اعتماد متزلزل ہوتا جارہا ہے۔ایک کے بعد ایک ایسے معاملے اٹھائے جارہے ہیں جن میں خود عدالتوں سے بھی مسلمانوں کو راحت نہیں مل رہی ہے۔اس لئے اب ہر آہٹ پر مسلمان گھبرا اٹھتے ہیں۔ان کا گھبرا اٹھنا فطری ہے۔

سماعت کے دوران بہت سے ایسے مواقع بھی آئے کہ جن کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا لیکن اس وقت میں سفر میں ہوں اور اس محدود کالم میں ان سب کا احاطہ ممکن بھی نہیں۔عدالت نے ایک ایسی پٹیشن کو خارج کردیا جس کی رو سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ عدالت میڈیا کو حجاب اور برقعہ پوش خواتین اور طالبات کا تعاقب کرنے پر پابندی لگائے۔تاہم عدالت نے یہ ضرور کہا کہ ایسے انفرادی واقعات میں کہ جہاں طالبات متاثر ہوئی ہوں وہ حکام سے تحریری شکایت کریں اور حکام اس پر کارروائی کیلئے پابند ہوں گے۔لیکن تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ مسکان نامی جس لڑکی نے کچھ ہی دن پہلے شرپسند غنڈوں کو للکار کر بہادری سے ان کا مقابلہ کیا تھا اور جس پر متعدد حلقوں نے اسے انعام واکرام سے نوازا تھا، اس نے پولیس میں ان غنڈوں کے خلاف کوئی شکایت کرنے سے یہ کہہ کر انکار کردیا ہے کہ اس کے کالج کے پرنسپل نے درخواست کی ہے کہ کوئی شکایت نہ کی جائے کیونکہ اس سے کالج کی بدنامی ہوگی۔میرا خیال ہے کہ یہ طرز عمل درست نہیں ہے۔شرپسندوں کے خلاف مضبوط اور موثر قانونی کارروائی ضروری تھی۔ایسے میں تو اور بھی زیادہ ضروری تھی جب حجاب کے تعلق سے آواز بلند کرنے کے الزام میں مسلمانوں کے کچھ طبقات کے خلاف حکومت کرناٹک نے کارروائی شروع کردی ہے اور جس کے بارے میں خود کرناٹک ہائی کورٹ کے ریکارڈ میں بھی ذکر آگیا ہے۔ایسے میں 'بہادر' مسکان کا یہ پسپا ہوجانے والا اقدام فہم سے بالاتر ہے۔یہی تو وقت تھا جب شرپسندوں کی گردنوں میں قانونی طوق مضبوطی کے ساتھ ڈالا جانا چاہئے تھا!

نقاب میں بھی انقلاب!

جاوید اختر بھارتی

عورتوں کے لئے پردہ تو تقریباً ہر مذہب میں ہے فرق اتنا ہے کہ کسی میں کم تو کسی میں زیادہ اور کسی مذہب میں مکمل پردے کا حکم بھی ہے، اہتمام بھی ہے اور طریقہ بھی ہے اسی لئے اس کا معیار بھی الگ الگ ہے لیکن مذہب اسلام نے عورتوں کے لئے جو پردے کا حکم دیا ہے تو اس پردے کو طبیعت کی روشنی میں نہیں بلکہ شریعت کی روشنی میں نافذ کیا ہے۔ اس کی ایک خاص وجہ ہے بھی ہے کہ مذہب اسلام نے عورت کو اتنا بلند اور باوقار بنایا ہے کہ دوسرے کسی مذہب میں عورتوں کو وہ مقام و مرتبہ نہیں دیا گیا ہے،، عورت بیٹی کی شکل میں ہے تو اس کی بہترین تعلیم و تربیت اور شادی کرنے پر باپ کے لئے جنت کی ضمانت، عورت بیوی بن گئی تو اس کے منہ میں ایک لقمہ ڈالنے پر شوہر کے لئے نیکی، عورت ماں بن گئی تو اس کے قدموں تلے جنت،، ماں اپنے بیٹے کے لئے دل سے دعا کرے تو اس کی کامیابی کی ضمانت، حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نکاح کا پیغام بھیجا تو اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو اتنا باوقار اور بااختیار بنا دیا کہ چاہے کوئی کتنا ہی بڑا پیر، ولی، امام، محدث، مناظر، مفکر، مقرر ہی کیوں نہ ہو اسے نکاح کرنے اور نکاح پڑھانے سے پہلے عورت سے اجازت لینی ہوگی،، کیونکہ عورت کی اجازت کے بغیر نکاح ہو ہی نہیں سکتا۔

غرضیکہ مذہب اسلام نے عورت کو بیش قیمتی خزانہ بنایا ہے تو اب ظاہر سی بات ہے کہ خزانے کی حفاظت ضروری ہے تا کہ کسی کی بری نظر نہ لگے اور ہر قیمتی چیز پردے میں رکھی جاتی ہے اس پر لحاف چڑھایا جاتا ہے اب احساس کرنا نہ کرنا ہمارے اوپر منحصر ہے مگر جزا اور سزا یہ اللہ کے اختیار میں ہے اور وہ پورا پورا انصاف کرنے والا ہے۔

آجکل کرناٹک سمیت ملک کے مختلف علاقوں میں فرقہ پرستوں کے حوصلے بلند ہیں، جمہوریت پر شر پسند عناصر دھبہ لگا رہے ہیں، ملک کے تانے بانے کو بکھیر رہے ہیں، جے شری رام کا نعرہ لگا کر خواتین کو خوفزدہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور حجاب کو نشانہ بنا رہے ہیں،، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نفرت کس سے ہے حجاب سے یا اسلام سے۔ بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ حجاب ایک بہانہ ہے اور مسلمان اصل نشانہ ہے سیکڑوں کی تعداد میں بھگوا پرچم لہراتے ہوئے غنڈے تنہا ایک طالبہ کو گھیریں، بدزبانی کریں، خوفزدہ کریں اور جے شری رام کا نعرہ لگائیں آخر کیا مطلب اور کیا مقصد ہے،، آپ کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں رام بھکتی یا دیش بھکتی؟ حقیقت تو یہ ہے کہ تم جمہوریت کا جنازہ نکالنے پر تلے ہوئے ہو، تم رام کا نام بھی بدنام کر رہے ہو، تم دستور ہند کی خلاف ورزی کر رہے ہو،، اس لئے کہ دستور ہند کی

روشنی میں سب کو اپنے اپنے مذہبی رسومات کے مطابق زندگی گزارنے کا حق حاصل ہے،،اور مذہبی نعرہ تو مذہب کی حقانیت اور صداقت کا اعلان کرنے کے لئے لگایا جاتا ہے اور مذہبی بنیاد پر کوئی عظیم الشان کارنامہ انجام دیتا ہے تو لگایا جاتا ہے اب تم خود فیصلہ کر سکتے ہو کہ کسی کو مارتے وقت نعرہ لگاؤ اور سیکڑوں کی تعداد میں جمع ہو کر تنہا کسی لڑکی کو گھیر کر نعرہ لگاؤ تو اس سے مذہب کی شان بڑھتی ہے یا نفرت کا اظہار ہوتا ہے اور آج نتیجہ سامنے ہے حق جھکتا نہیں ہے، حق بکتا نہیں ہے جب تم نے ڈرانے کے لئے جے شری رام کا نعرہ لگایا تو حوا کی بیٹی نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔اس وقت ایک طرف بھگوا غنڈوں کی بھیڑ تھی تو دوسری طرف تنہا مسکان کے ساتھ غیبی مدد تھی کہ اس نے جو اللہ اکبر کا نعرہ لگایا تو اس نعرے کو اللہ نے فلک شگاف نعرہ بنا دیا اور تھوڑی ہی دیر میں پوری دنیا میں بنت حوا کے ذریعے لگائے گئے نعرے کی صدا گونجنے لگی اور جو چیز یکایک پوری دنیا میں گونجنے لگے اور حمایت ملنے لگے تو یہ حق وصداقت کی پہچان ہے اور دلیل ہے ورنہ آج تو پوری پوری رات جلسے میں بھی ایک سے بڑھ کر ایک نعرے لگتے ہیں مگر صبح ہوتے ہی کوئی اثرات نظر نہیں آتے ،مگر اس نقاب پوش طالبہ نے خدا پرستی کی بنیاد پر نعرہ لگایا، اللہ کی مدد طلب کرنے کے لئے نعرہ لگایا تو اللہ نے اس کی حفاظت بھی کی اور اس کے منہ سے نکلے ہوئے کلمات کو پوری دنیا کو سنوا بھی دیا۔اسلام کی ایسی بہادر بیٹی کو سلام، اس کی جرأت و حوصلے کو سلام جس نے پوری دنیا کو پیغام دیا کہ شریعت کے فیصلے پر عملدرآمد کرو اور ثابت قدم رہو چاہے تمہیں حضرت سمیہ کی طرح ظلم وستم ہی کیوں نہ سہنا پڑے، امام مالک وامام حنبل رحمہم اللہ کی طرح کوڑوں کی سزا ہی کیوں نہ کھانا پڑے،، اور یاد رکھیں عورتوں کے لئے پردے کا حکم شریعت نے دیا ہے۔

اسلام کی بہادر دوشیزہ مسکان کو آخر حجاب کس نے دیا یہ بات خود مسکان سے پوچھا جائے تو اس کا یہی جواب ہوگا کہ حجاب میرے باپ نے دیا اور حجاب اوڑھنے نقاب پہننے کا طریقہ میری ماں نے سکھایا،، اب پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ حجاب کی مخالفت کرنا کس نے سکھایا، نقاب پوش خاتون کو ڈرانے اور دھمکانے کا طریقہ کس نے سکھایا، حجاب کی مخالفت کرنے کے لئے ہاتھوں میں بھگوا پرچم کس نے دیا اور کرناٹک کی اس یونیورسٹی میں ترنگا قومی پرچم اتار کر بھگوا پرچم لہرانے کا طریقہ کس نے سکھایا اور بھگوا پرچم کس نے دیا؟ ان سوالوں کا جواب کون دے گا۔

> "مسکان کی ہمت وشجاعت کا اصل انعام کیا ہونا چاہئے اس پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے جو اسے پانچ لاکھ روپے کی رقم دی گئی ہے اس کی مخالفت نہیں مگر اس سے کہیں زیادہ بہتر اور مناسب ہوتا کہ یونیورسٹی کے قیام وتعمیر کا اعلان کیا گیا ہوتا ایک کالج کی طالبہ مسکان نے جو عظیم الشان تاریخ رقم کی تو اس کا صلہ ایسا ہونا چاہئے کہ قد، حوصلہ، سوچ وجذبہ اور نظریہ بلند ترین ہو۔کیا مسلمانوں میں صاحب ثروت نہیں ہیں، ہیں بالکل ہیں مگر انہیں صاحب ثروت کے ساتھ ساتھ صاحب سخاوت بننے کی ضرورت ہے۔"

ملک کی خوبصورت تصویر کو بدصورت بنانے کے لئے جو لوگ فرقہ پرستی کا ننگا ناچ،، ناچ رہے ہیں تو ان کی پشت پناہی کون کررہا ہے آخر ایسے غنڈوں کے خلاف کارروائی کب ہوگی، ملک کو خانہ جنگی کی طرف لے جانے والے کب گرفت میں آئیں گے کیا انہیں ایسی ہی چھوٹ دی جاتی رہے گی کہ یہ نفرت کی چنگاری سلگاتے رہیں اور ملک کی گنگا جمنی تہذیب سلگ جائے اور امن وامان کا گہوارہ،، بغض وعداوت میں بدل جائے ملک کے ہرامن پسند انسان کا حکومت سے یہی سوال ہے

یقیناً فرقہ پرست بھیڑوں کے بیچ میں اسلام کی بہادر بیٹی نے اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر یہ پیغام دیا ہے کہ بھروسہ اللہ پر کرو کیونکہ اللہ کی طرف سے جو نظام بنایا گیا ہے تو اس پر عمل کرنے سے دنیاوی کوئی مشکل بھی آئے گی تو اس دوران بھی کامیابی اور حفاظت کا دروازہ اللہ کی طرف سے ہی کھلے گا اور یہ منظر دیکھا بھی گیا، خود مسکان نے ایک انٹرویو میں کہا ہے کہ مجھے جب کبھی بھی ڈر محسوس ہوتا ہے تو میں اللہ اکبر کہتی ہوں اور میرے اندر ہمت وجرأت آجاتی ہے۔

دختر مسکان کی تعریف تو ہورہی ہے یقیناً اس نے قابل تعریف کام بھی کیا ہے مگر اس کے اس کام کا انعام کیا ہے اور اس کا پیغام کیا ہے اس پر بھی غور کرنا ہوگا اس حوصلہ مند مسکان کا یہی پیغام ہے کہ پردہ عورت کا اور اس کے حسن کا وقار ہے، پردہ عورت کا زیور ہے، پردہ عورت کا تحفظ ہے، پردہ عورت کی شان ہے اور خواتین اسلام کو گلاب کا پھول بننے کے بجائے موتی بننے کا شوق اور جذبہ اپنے اندر پیدا کرنا چاہیے کیونکہ گلاب کے پھول کو لوگ سونگھتے بھی ہیں اور دوسرے ہاتھوں میں دیتے بھی ہیں اور مسل کر پھینک بھی دیتے ہیں مگر موتی کی تلاش میں لوگ سمندر کی تہوں میں بھی جاتے ہیں اور موتی جسے ملتا ہے وہ چھپاتا ہے صاف کپڑوں میں رکھتا ہے اس کی قدر وعزت کرتا ہے۔

مسکان کی ہمت وشجاعت کا اصل انعام کیا ہونا چاہئے اس پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے جو اسے پانچ لاکھ روپے کی رقم دی گئی ہے اس کی مخالفت نہیں مگر اس سے کہیں زیادہ بہتر اور مناسب ہوتا کہ یونیورسٹی کے قیام وتعمیر کا اعلان کیا گیا ہوتا ایک کالج کی طالبہ مسکان نے جو عظیم الشان تاریخ رقم کی تو اس کا صلہ ایسا ہونا چاہئے کہ قد، حوصلہ، سوچ وجذبہ اور نظریہ بلند ترین ہو۔ کیا مسلمانوں میں صاحب ثروت نہیں ہیں، ہیں بالکل ہیں مگر انہیں صاحب ثروت کے ساتھ ساتھ صاحب سخاوت بننے کی ضرورت ہے، اب تک تو جمعیۃ علماء ہند، مسلم پرسنل لا بورڈ، آل انڈیا ملی کونسل، علماء مشائخ بورڈ، بڑی بڑی خانقاہیں، ملی تنظیمیں اور اس کے علاوہ مسلم ممبران پارلیمنٹ ومسلم ممبران اسمبلی یعنی ان تمام شعبوں، اداروں اور افراد کی جانب سے بلکہ چہار جانب سے یونیورسٹیوں کے قیام وتعمیر کا ایسے اعلان ہونا چاہیے تھا کہ حجاب کے دشمنوں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جاتیں کہیں یونیورسٹی کی تعمیر کا اعلان ہوتا تو کہیں جدید سہولیات سے لیس کالج واسکول کی تعمیر کا اعلان ہوتا اس کے لئے مذکورہ ادارے وتنظیمیں متحرک ہوگئی ہوتیں یا اب سے ہوجائیں تو فرقہ پرست غنڈوں کے جھرمٹ میں اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرنے والی بہادر بیٹی کے لئے یہی بیش قیمتی انعام ہوگا۔

کوائف جامعہ

جامعۃ القاسم کی سرگرمیاں

مفتی محمد انصار قاسمی

ہندوستان بھر کے مدارس اسلامیہ میں تعلیمی سال کی ابتدا شوال سے ہوتی ہے، لیکن کرونا وائرس نے تعلیمی نظام کو معطل اور درہم برہم کر دیا، کرونا نے نہ صرف مدارس کے معاشی نظام کو نقصان پہنچایا بلکہ تعلیمی سسٹم کے بگاڑنے کے ساتھ طلبہ کا تعلیمی رجحان ختم کر دیا، طلبہ کی بڑی تعداد میں تعلیم سے عدم دلچسپی اور بے رغبتی پیدا ہوگئی، ۱۰/شوال ۱۴۴۳ھ مطابق 23/مئی 2021 کو بانی جامعۃ القاسم دار العلوم الاسلامیہ حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی کا انتقال ایک ایسا سانحہ ہے کہ جس نے ایک بھونچال پیدا کر دیا، کسی نے تصور بھی نہیں کیا تھا کہ اس چمن کا باغباں، جس نے خون جگر سے اسے سینچا اور پروان چڑھایا تھا بہت سارے عزائم کے ساتھ رخصت ہو جائے گا، بانی جامعہ مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی کا انتقال ایسا خسارہ ہے جس کی تلافی ناممکن ہے، قضا و قدر کے مالک کے اس فیصلہ پر صبر کے علاوہ کیا بھی کیا جا سکتا ہے، مومن بندہ کے لئے تو یہی ہے کہ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند کرے گی اور جامعۃ القاسم دار العلوم الاسلامیہ کو بدل عطا فرمائے۔

قاری ظفر اقبال مدنی جامعۃ القاسم کے کارگزار مہتمم منتخب

امام قاسم اسلامک ایجوکیشنل ویلفیئر ٹرسٹ کی مجلس عاملہ نے کیا انتخاب

جامعۃ القاسم دار العلوم الاسلامیہ مدھوبنی سپول کے بانی حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی کی وفات کے بعد جہاں پوری ملت سوگوار ہے، وہیں ان کے مشن کو بنا کسی تعطل کے جاری رکھنے کیلئے (29/مئی 2021) کو جامعۃ القاسم دار العلوم الاسلامیہ کے میٹنگ ہال میں ٹرسٹ کے اراکین کی ایک اہم میٹنگ ہوئی جس میں اتفاق رائے سے مجلس عاملہ نے ایک اہم فیصلہ کرتے ہوئے مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے لائق فرزند قاری ظفر اقبال مدنی کو کارگزار مہتمم منتخب کیا۔ حضرت مفتی صاحب نے جامعہ کی بنیاد سے آخر تک پوری جد و جہد اور محنت و کوشش سے پروان چڑھایا اور پوری دنیا میں جامعۃ القاسم کا تعارف کرایا، ملک اور بیرون ملک کے اکابرین علماء بزرگانِ دین دانشوران اور ماہرین تعلیم کو جامعہ لاتے اور ان سے فائدہ اٹھاتے رہے، ان کا مشن اس سرزمین پر اسلامک یونیورسٹی کے قیام کا تھا اور اس کی کوشش بھی کر رہے تھے، لیکن اس سے پہلے وہ اچانک مالک حقیقی سے جا ملے۔ خیال رہے کہ جامعۃ القاسم دار العلوم الاسلامیہ امام قاسم اسلامک ایجوکیشنل ویلفیئر ٹرسٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے۔ نئی ذمہ داری ملنے پر اپنے والد مرحوم کے جانشیں قاری ظفر اقبال مدنی نے کہا کہ آپ لوگوں نے جس امید اور اعتماد کے ساتھ مجھے جو ذمہ داری دی ہے ہماری شب روز کوشش رہے گی کہ ادارہ کی ترقی کے کام کرتا رہوں اور حضرت کے خوابوں کو شرمندہ تعبیر کروں، اس کیلئے مجھے سبھوں کی معاونت اور رفاقت چاہیے، اللہ تعالیٰ مجھے وہ ہمت و حوصلہ دے کہ میں ادھورے خوابوں کو پورا کر سکوں۔ اس موقع پر ٹرسٹ کے رکن مولانا حمید الدین

مظاہری، مولانا علی احمد رازی، مظہر حسین عثمانی ناظم جامعۃ القاسم، صدر المدرسین مفتی محمد انصار قاسمی، ناظم تعلیمات مفتی عقیل انور مظاہری، سیمانچل ڈیولپمنٹ فرنٹ کے جنرل سیکرٹری شاہ جہاں شاد کے علاوہ اساتذہ اور کارکنان جامعہ موجود تھے۔ واضح رہے کہ میٹنگ قاری مشتاق احمد عثمانی کی تلاوت سے شروع ہوئی، ناظم تعلیمات مفتی عقیل انور مظاہری نے تعزیت مسنونہ پیش کی، قاری ظفر اقبال مدنی کی رقت آمیز دعا پر میٹنگ مکمل ہوئی۔

جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ کے نومنتخب کارگزار مہتمم کو ملک و بیرون ملک کے احباب، معاونین اور محبین نے نہ صرف دعاؤں سے نوازا بلکہ قدم سے قدم ملا کر جامعۃ القاسم کی ترقی کے لئے نیک خیالات کا اظہار کیا، جامعہ اسلامیہ تعلیم القرآن چھتی کے بانی و مہتمم قاری محمد سیف اللہ اشاعتی نے چھتی کی جامع مسجد میں ایک تہنیتی پروگرام منعقد کیا۔

قاری ظفر اقبال مدنی علم سے آراستہ، ہونہار اور فعال و متحرک ہیں: قاری محمد سیف اللہ اشاعتی

(۳؍جون ۲۰۲۱ء) جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ جو تعلیم و تبلیغ کی عظیم درس گاہ ہے، اس کی روشن خدمات ہیں، بہت کم عرصے میں جامعۃ القاسم نے قوم و ملت کی تعمیر و ترقی کا کام انجام دیا ہے، وہ بانی جامعہ حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی، سرپرستان، اساتذہ اور بہی خواہان جامعہ کے اخلاص اور کوشش کا نتیجہ ہے، اللہ اس کی خدمات کو جاری رکھے، اور منصوبے کی تکمیل فرمائے، یہ باتیں قاری محمد سیف اللہ اشاعتی بانی و مہتمم جامعہ اسلامیہ تعلیم القرآن چھتی پلار نے جامعۃ القاسم کے نومنتخب کارگزار مہتمم قاری ظفر اقبال مدنی کو مبارک بادی پیش کرتے ہوئے کہا، واضح رہے کہ معروف عالم دین ڈاکٹر مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی بانی و سابق مہتمم جامعۃ القاسم کا گذشتہ دن مختصر علالت کے بعد اچانک انتقال ہو گیا، ان کے بعد جامعہ کی سرگرمیوں کو جاری رکھنے کے لئے مجلس عاملہ نے باتفاق رائے نائب مہتمم قاری ظفر اقبال مدنی کو کارگزار مہتمم منتخب کیا، چھتی آمد پر جامعہ اسلامیہ تعلیم القرآن کے بانی و مہتمم قاری محمد سیف اللہ اشاعتی اور اساتذہ نے شال پیش کر کے ان کا استقبال کیا اور مبارک بادی پیش کی، اس موقع پر قاری محمد سیف اللہ اشاعتی نے کہا کہ قاری ظفر اقبال مدنی علم سے آراستہ، ہونہار، دانش مند، فعال اور متحرک ہیں، مفتی عثمانی کے لائق فرزند ہیں، امید قوی ہے کہ جامعۃ القاسم ترقی کے راہ پر گامزن رہے گا، واضح رہے کہ اس سے قبل وہ نائب مہتمم کے ساتھ ساتھ امام قاسم اسلامک ایجوکیشنل ویلفیئر ٹرسٹ انڈیا کے کاموں کی مکمل نگرانی کرتے رہے ہیں، موقع پر قاری ظفر اقبال مدنی نے کہا کہ والد مرحوم مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی کے خوابوں کی تکمیل میری پہلی ترجیح ہوگی، آپ کے خلوص و محبت، مفید مشورے اور اعانت کی ضرورت ہے، موقع پر جامعہ محمودیہ تحفیظ القرآن کے بانی و مہتمم مولانا محمد نعمت اللہ قاسمی، سیمانچل ڈیولپمنٹ فرنٹ کے جنرل سیکرٹری شاہ جہاں شاد، ماسٹر مظفر حسین رحمانی، جامعہ علوم اسلامیہ کے بانی و مہتمم مولانا عبدالمتین رحمانی، مولانا ضیاء اللہ ضیاء رحمانی مدیر کلیہ عائشہ صدیقہ، مفتی محمد انصار قاسمی، حافظ صغیر احمد، ڈاکٹر حفیظ قیصر قاری نعمت اللہ، مولانا نیاز احمد ندوی وغیرہ موجود تھے۔

ڈی ایس بورڈنگ پبلک اسکول پپرا کے ڈائریکٹر محمد ولی ایک وفد کے ساتھ جامعہ تشریف لائے اور مبارک بادی پیش کی

(۱۷؍جولائی ۲۰۲۱ء) مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی کے خوابوں کی تکمیل میری اولین ترجیح: قاری ظفر اقبال مدنی

جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ ایک تحریک اور ایک مشن ہے، بانی جامعہ مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے خون جگر سے

اسے سینچا اور پروان چڑھایا، ان کے خوابوں کو شرمندۂ تعبیر کرنا میری اولین ترجیح ہے، اور تمام سرگرمیاں جامعۃ القاسم کے مخلص سرپرستان، بہی خواہان ملت اسلامیہ، اساتذہ وکارکنان جامعہ کی معاونت سے ہی آگے بڑھے گا، اللہ رب العزت ہم سب سے کام لے لے، یہ باتیں جامعۃ القاسم کے کارگزار مہتمم قاری ظفر اقبال مدنی نے آنے والوں مہمانوں سے کہا، واضح رہے کہ معروف عالم دین حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے قاری ظفر اقبال مدنی کو یہ ذمہ داری سونپی گئی ہے، قاری ظفر اقبال مدنی فعال متحرک اور نوجوان عالم دین ہیں، قاری ظفر اقبال مدنی کو اہم ذمہ داری ملنے پر مبارکبادی کا سلسلہ جاری ہے، ڈی ایس پبلک اسکول پر اباز ار کے ڈائریکٹر محمد ولی ایک قافلہ کے ساتھ مبارک باد پیش کرنے کے لئے آئے گلدستہ اور شال پیش کرتے ہوئے نیک خیالات کا اظہار کیا اور کہا کہ مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی نے سیمانچل کو ایک جہت اور پہچان دیا، مفتی عثمانی کا انتقال ایک عہد کا خاتمہ ہے، جامعۃ القاسم ایک زندہ تحریک ہے، میری پوری ٹیم آپ کے ساتھ ہے، یہ میرے لئے خوش قسمتی ہوگی، یقین کامل ہے کہ قاری ظفر اقبال مدنی کے اہتمام اور مفتی محمد انصار قاسمی کے علمی تجربات اور دیگر کارکنان کی توجہ اور محنت سے ترقی کی راہ پر گامزن رہے گا، مفتی محمد انصار قاسمی نے مہمانوں کے استقبال کے ساتھ جامعہ کی موجودہ صورت حال سے واقف کرایا، موقع پر سیمانچل ڈیولپمنٹ فرنٹ کے جنرل سیکرٹری شاہ جہاں شاد، ڈی ایس پبلک اسکول کے استاذ مولانا ابوالفضل قاسمی، مولانا حمید الدین مظاہری، مفتی عقیل انور مظاہری، مولانا محمد عقیل قاسمی، مولانا یوسف انور، محمد عمران، مولانا محمد فیاض قاسمی، حفیظ قیصر ندوی وغیرہ موجود تھے۔

جامعۃ القاسم کے میٹنگ میں آن لائن داخلہ وتعلیم شروع کرنے کا فیصلہ اور نائب مہتمم کا انتخاب۔

جامعۃ القاسم دار العلوم الاسلامیہ میں اساتذہ واراکین کی ایک میٹنگ ہوئی، جس کی صدارت جامعۃ القاسم کے کارگزار مہتمم قاری ظفر اقبال مدنی نے کی، اس موقع پر بطور مہمان خصوصی مجلس میں شریک مولانا رضوان الحق قاسمی نائب صدر خدمت خلق ٹرسٹ انڈیا، اور ماہنامہ معارف قاسم جدید دہلی کے ایڈیٹر ڈاکٹر شہاب الدین ثاقب قاسمی نے جامعۃ القاسم دار العلوم الاسلامیہ کے بانی وسابق مہتمم ڈاکٹر مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی کے انتقال پر ملال پر اپنے تعزیتی کلمات پیش کئے، اپنے تاثرات میں ڈاکٹر شہاب الدین ثاقب نے کہا کہ حضرت مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی کا اچانک سانحہ ارتحال ہم تمام لوگوں کے لیے ایسا عظیم سانحہ ہے جس کی تلافی کے لئے طویل وقت درکار ہے، انہوں نے مفتی صاحب کے ساتھ گزارے وقت کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ مفتی صاحب کی زندگی کا مقصد سیمانچل کے اس دور رس علاقے میں تعلیم کا فروغ تھا، جس کے لئے وہ شب وروز کوشاں رہتے تھے، انہوں نے کہا کہ مفتی صاحب زندگی کے آخری ایام تک جامعہ کے فروغ کے لئے کوشاں رہے، ڈاکٹر شہاب نے کہا کہ مفتی صاحب کی دینی وملی خدمات کا احاطہ اس مختصر وقت میں کرنا ممکن نہیں، اپنے تعزیتی کلمات میں مولانا رضوان الحق قاسمی نے کہا کہ مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی سے میرا تعلق 1983 سے ہی تھا، وہ زمانہ طالب علمی سے ہی نہ صرف قوم وملت کی خدمت کے لئے فکر مند رہتے تھے بلکہ اپنے خالی اوقات میں اس کے لئے جدوجہد بھی کرتے رہتے تھے، اپنے اساتذہ کا احترام اور ان کی خدمت میں پیش پیش رہا کرتے تھے، مفتی صاحب کا یہ خواب تھا کہ سیمانچل کے غریب علاقے میں تعلیم

وتبلیغ کا ایک ایسا ادارہ قائم کیا جائے کہ اس کے زیرنگرانی نہ صرف دینی تعلیم بلکہ عصری تعلیم سے یہاں کے نونہالوں کو آراستہ کیا جاسکے، انہوں نے کہا کہ مفتی عثمانی کے قابل ذکر خدمات میں سے تحفظ ختم نبوت کا فروغ اور جامعۃ القاسم زندہ مثال ہے، میٹنگ میں ان دونوں مہمانوں نے جامعہ کے کارگزار مہتمم قاری ظفر اقبال مدنی کو اس خدمت کے لئے مبارک بادی پیش کرتے ہوئے کہا کہ مفتی صاحب کی تحریک کو آگے بڑھانے کے لئے یہ ذمہ داری آپ کے حوالے کی گئی ہے، مفتی صاحب کی چند اہم خصوصیات میں سے بہت سی چیزیں آپ کے اندر پائی جاتی ہیں میٹنگ میں یہ طے پایا کہ جامعۃ القاسم میں طلبہ کا داخلہ آن لائن کیا جائے، اس کے لئے واٹس ایپ اور جامعہ کے ای میل کے ذریعے عربی جماعت کے طلبہ سے داخلہ کی درخواستیں طلب کرنے کا فیصلہ کیا گیا، عالمی وبا کرونا وائرس کی وجہ سے تعلیم کا عظیم خسارہ ہوا ہے، ناظم تعلیمات مفتی عقیل انور مظاہری نے کہا کہ جامعہ کا ای میل آئی ڈی اور واٹس ایپ نمبر شوشل میڈیا کے مختلف ذرائع پر موجود ہے، کرونا وبا میں سرکار کی طرف سے دی گئی تعلیمی اداروں کے گائیڈ لائن کے مطابق تعلیم کی شروعات ہوگی، موقع پر کارگزار مہتمم قاری ظفر اقبال مدنی نے ایک اہم فیصلہ لیتے ہوئے کہا کہ میرے معاون اور قائم مقام کے طور پر جامعۃ القاسم کے صدر المدرسین مفتی محمد انصار قاسمی کاموں کو دیکھیں گے، تمام اراکین ناظم جامعۃ القاسم مظہر حسین عثمانی، مظفر حسین رحمانی، نائب ناظم مولانا حمید الدین مظاہری، جامعہ کے فعال ومتحرک کارکن سیمانچل ڈیولپمنٹ فرنٹ کے جنرل سکریٹری شاہ جہاں شاد سمیت تمام اساتذہ، موجودہ اراکین اور دونوں مہمان خصوصی نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اس فیصلے کا خیر مقدم کیا، مفتی محمد انصار قاسمی نے سونپی گئی اس ذمہ داری پر کہا کہ مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی کا جو اعتماد اور بھروسہ مجھ پر تھا، جامعہ کے موجودہ کارگزار مہتمم نے اس کو جاری رکھتے ہوئے جو خدمت میرے حوالہ کی ہے، اس پر میری شب وروز جدوجہد جاری رہے گی، جامعہ میں تعلیم کے فروغ کے لئے تمام طرح کی کوششیں ہماری طرف سے رہیں گی، ان شاءاللہ قاری ظفر اقبال مدنی کے اہتمام میں مفتی عثمانی کے خواب شرمندہ تعبیر ہوں گے، موقع پر ناظم داخلہ مولانا محمد عقیل قاسمی، مولانا محمد یوسف انور، مولانا علی احمد رازی، مولانا صغیر احمد مفتاحی، مولانا محمد فیاض قاسمی، قاری شمشیر عالم جامعی، قاری مشتاق عثمانی، قاری محمد عزرائیل صدیقی، قاری نیاز احمد عثمانی، ماسٹر مرشد ربانی، ماسٹر محمد عمران، مفتی نبی حسن مظاہری، نیاز الدین وغیرہ موجود تھے۔

باضابطہ تعلیم کا آغاز

حکومت کی طرف سے اجازت ملتے ہی ۲۰ محرم الحرام ۱۴۴۳ھ مطابق 30 / اگست 2021 سے باضابطہ تعلیم کا آغاز ہوگیا، اس مناسبت سے جامع الامام محمد قاسم میں افتتاحی تقریب بھی منعقد ہوئی

تعلیم قوم کو عروج عطا کرتا ہے: قاری ظفر اقبال مدنی

علم روشنی ہے، تعلیم قوم کو عروج عطا کرتا ہے، تعلیم ترقی کا زینہ ہے، تعلیم خوشحالی کا ذریعہ ہے، تعلیم نہ صرف کامیابی کی کلید ہے بلکہ تہذیب وتمدن بھی عطا کرتا ہے، وہ علم سیکھنی چاہیے جو رب سے رشتہ جوڑ دے اور یہی علم مطلوب ومقصود ہے، یہ باتیں قاری ظفر اقبال مدنی کارگذار مہتمم جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ سپول نے آغاز تعلیم کے موقع پر کہا انہوں نے طلبہ کو متوجہ کرتے ہوئے کہا کہ آپ اپنے منصب اور مقام کو پہچانئے، آپ کا مقام بلند ہے، آپ کا مشن حصول علم ہے، آپ کی نسبت صفہ سے جا کر

ملتی ہے، آپ اپنے مشن میں لگے رہئے، بغیر محنت اور لگن کے علم کا حصول ناممکن ہے۔ مفتی محمد انصار قاسمی صدر المدرسین جامعۃ القاسم نے کہا کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق علم کا حصول فرض ہے، معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے حکمت گمشدہ پونجی ہے جہاں اسے پاؤ حاصل کرو، یہ یاد رہے کہ اسلام نے تعلیم کے ساتھ تربیت پر زور دیا ہے اور طلبہ میں چاہے وہ مکتب کے ہی کیوں نہ ہو اسلامی فکر پیدا کرنے کی تاکید آئی ہے، معلم کا کام صرف درس وتدریس اور کتاب کا پڑھانا نہیں ہے، بلکہ صالح تربیت اور اخلاق واقدار کا حامل بنانا بھی ہے، واضح رہے کہ جامعۃ القاسم دار العلوم الاسلامیہ میں باضابطہ آف لائن تعلیم کا آغاز ہوا، اس موقع پر قاری ظفر اقبال مدنی نے سورۃ الفاتحہ پڑھا کر تعلیم کا آغاز کیا، مولانا حمید الدین مظاہری نائب ناظم جامعۃ القاسم نے کہا کہ ایک بنو اور نیک بنو، ادارہ اور تنظیم کارکنان کے خلوص اور لگن سے ہی ترقی کرتا ہے، سیمانچل ڈیولپمنٹ فرنٹ کے جنرل سیکرٹری شاہ جہاں شاد نے کہا سچر کمیٹی کی رپورٹ یہ بتاتی ہے کہ مسلمان تعلیم میں بہت پیچھے ہے، ہمیں چاہیے کہ اپنے بچوں کو اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم دلائیں، غریب بچے اور بچیوں کے لئے سماجی سطح پر بھی انتظام کریں تاکہ وہ آگے بڑھ سکیں، مولانا عبد المتین رحمانی مہتمم جامعہ علوم اسلامیہ گڑھیا نے کہا کہ خوشی ہے کہ تعلیمی سلسلہ شروع ہوا، لاک ڈاؤن نے تعلیمی شعبے کو جتنا نقصان پہنچایا اس کی تلافی ناممکن ہے، مفتی عقیل انور مظاہری ناظم تعلیمات جامعۃ القاسم نے کہا کہ تعلیم وتدریس ایسا مشغلہ ہے جس کا نفع مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے، طالب علم کے لئے تقوی پرہیزگاری ضروری ہے، مولانا ضیاء اللہ ضیاء رحمانی ناظم کلیات عائشہ صدیقہ قدم پورا نے طلبہ سے کہا کہ مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی کی فکر اور تحریک کو زندہ رکھنا آپ کی ذمہ داری ہے، آج ہر علاقہ میں فکر عثمانی کے نمائندہ کی ضرورت ہے، اور جامعۃ القاسم کے فیض یافتہ ہی کریں گے، جامعۃ القاسم علمی میدان میں اپنی شناخت رکھتا ہے، مولانا محمد انصار الحق قاسمی چیئرمین العثمان ایجوکیشنل اکیڈمی نے کہا کہ ملت کو ایسے تعلیم یافتہ افراد کی ضرورت ہے جو ان کی مکمل رہنمائی کرے، قاری عنایت اللہ امام وخطیب جامع مسجد چھاتاپور نے کہا کہ تعلیمی پس ماندگی سب زیادہ خطرناک ہے، ہر والدین کی ذمہ داری ہے کہ اپنے نونہالوں کو تعلیم سے آراستہ کرے، اس موقع پر مولانا صغیر احمد مفتاحی، مولانا محمد عقیل قاسمی، مولانا محمد سلمان ندوی، مولانا صدر عالم وغیرہ نے اظہار خیال کیا، قاری شمشیر عالم جامعی نے منظوم کلام پیش کیا، صدر جلسہ قاری ظفر اقبال مدنی کے دعاء پر اختتام پذیر ہوا۔ واضح رہے کہ حکومت کے گائیڈ لائن کے مطابق نصف فیصد طلبہ کی اجازت ہے، اس لئے اس سال 470 طلبہ کا ہی حفظ عربی فارسی اور دینیات میں داخلہ لیا گیا، حالات بہتر ہونے پر بتدریج طلبہ کی تعداد میں اضافہ کیا جائے گا۔

حکومت کے گائڈ لائن کا خیال رکھتے ہوئے یوم آزادی اور یوم جمہوریہ کی پرچم کشائی کی تقریب منعقد ہوئی

ملک کی سالمیت اور تعمیر وترقی کی فکر ہر شہری کی ذمہ داری: مفتی محمد انصار قاسمی

جامعۃ القاسم دار العلوم الاسلامیہ میں 75 ویں یوم جشن آزادی منائی گئی۔

آزادی ایک نعمت ہے، اور ہر انسان کا بنیادی حق ہے ہمارے بزرگوں نے سولی پر چڑھنا تو پسند کیا، لیکن غلامی کو پسند نہیں کیا، گردن کٹا کر انگریزوں کے چنگل سے اس ملک کو آزاد کرایا، مولانا محمد علی جوہر نے کہا تھا یا تو میرا ملک آزاد

کرے یا پھر قبر کی جگہ دے، بغیر آزادی کا پروانہ لئے جانا پسند نہیں، ملک کی سالمیت اور تعمیر وترقی کی فکر ہر شہری کی ذمہ داری ہے یہ باتیں جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ میں پرچم کشائی سے قبل مفتی محمد انصار قاسمی نے کہا انہوں نے اس موقع پر جنگ آزادی کی تاریخ پر تفصیل سے گفتگو کی اور کہا کہ نسل نو کو جنگ آزادی کی تاریخ اور مجاہدین وطن کی قربانیوں سے واقفیت کرانا بہت ضروری ہے، اس موقع پر جامعۃ القاسم کے کارگزار مہتمم قاری ظفر اقبال مدنی نے کہا کہ 15 / اگست ہندوستان کی تاریخ میں ایک اہم دن ہے، پورے جوش وخروش کے ساتھ نہ صرف جشن آزادی مناتے ہیں، بلکہ مجاہدین وطن کی قربانیوں کو یاد کرکے خراج عقیدت وتحسین پیش کرتے ہیں، اور ان کی قربانیوں کو سلام کرتے ہیں، 15 / اگست 1947 کو یہ ملک بڑی قربانیوں اور جدوجہد کے بعد آزاد ہوا، آزادی کے لئے ہر طبقہ کے لوگوں نے اپنے تئیں کوشش کی، مسلمانوں اور بالخصوص علماء کرام کی قربانیوں کو فراموش نہیں کیا جاسکتا، اگر علماء کرام نہ ہوتے تو آزادی ممکن نہ ہوتی قاری ظفر اقبال مدنی نے سب سے پہلے اہل وطن کو آزادی کی مبارک بادی پیش کی، اور اس بات پر زور دیا کہ تاریخ کا مطالعہ کریں، بزرگوں کی قربانیوں کو یاد کریں اس موقع پر بالخصوص شاہ عبد العزیز، سید احمد شہید، مولانا اسماعیل شہید، مولانا قاسم نانوتوی، شیخ الہند مولانا محمود الحسن اور مولانا حسین احمد مدنی نے آزادی کے لئے جو صعوبتیں جھیلیں اس کا ذکر کیا، سیمانچل ڈیولپمنٹ فرنٹ کے جنرل سیکرٹری شاہ جہاں شاد نے کہا کہ آج افسوس اس بات پر ہے کہ آزاد ملک میں ایک طبقہ بھید بھاؤ کی سیاست کرتا ہے، اقلیتوں اور پس ماندہ طبقہ کو نہ صرف نیچی نگاہ سے دیکھتا ہے بلکہ اسے دوسرے درجہ کا شہری جیسا سلوک اور برتاؤ کیا جاتا ہے، ہونا تو یہ چاہئے کہ بحیثیتِ شہری اسے اس کا حق ملے، قاری شمشیر عالم جامعی نے کہا کہ کبھی ہندوستان کو سونے کی چڑیا کہا جاتا تھا، لیکن آج مہنگائی اور بیروزگاری سے اس ملک میں بسنے والے پریشان ہیں، خدا کرے کہ اس عظمت پھر لوٹ آئے، اس موقع پر انہوں نے بزرگوں اور پرکھوں کی قربانی کے تذکرہ کے ساتھ کہا کہ استاذ گرامی مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی کی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائے گی، وہ اپنے کاموں کی وجہ سے زندہ رہیں گے، واضح رہے کہ قاری ظفر اقبال مدنی، شاہ جہاں شاد اور فاتح اقبال ملکی نے پرچم کشائی کی، مولانا محمد عقیل قاسمی نے قومی ترانہ پڑھا، موقع پر مولانا حمید الدین مظاہری، مظہر حسین عثمانی، مظفر حسین رحمانی، مفتی عقیل انور، قاری مشتاق احمد عثمانی، مولانا محمد فیاض قاسمی، حفیظ قیصر ندوی، مولانا صغیر مفتاحی موجود تھے، گاؤں اور علاقہ کی اہم شخصیات نے بھی شرکت کی اور جوش وخروش کے ساتھ آزادی کی تقریب منائی۔

نفرت کے خاتمہ اور آئین کی بالادستی کا عہد کریں: قاری ظفر اقبال مدنی

جامعۃ القاسم دار العلوم الاسلامیہ سپول میں حکومت کے گائیڈ لائن کا خیال رکھتے ہوئے جشن جمہوریہ منایا گیا

آج کا دن یوم جمہوریہ کہلاتا ہے، یہ ملک بڑی قربانیوں کے بعد آزاد ہوا، آزادی کے بعد ہمارے بزرگوں نے یہ خواب دیکھا کہ اس ملک کو جنت نما بنایا جائے، جس کے لئے انہوں نے ایسا قانون اور آئین بنایا جس میں ہر مذہب کے ماننے والے کو مکمل آزادی ہو، وہ اطمینان کی زندگی گذارے، لیکن آج اس ملک میں بھید بھاؤ کی سیاست ہو رہی ہے، آج کا دن عہد کا دن ہے، جس خوشحالی اور امن وسکون کے لئے ہمارے پرکھوں نے سولی پر چڑھنا پسند کیا، جیل کی مشقت اٹھائی، گردنیں تک کٹائی، لیکن آزادی کا

پروانہ لے کر رہے، یہ باتیں جامعۃ القاسم دار العلوم الاسلامیہ کے مہتمم قاری ظفر اقبال مدنی نے کہا اس موقع پر انہوں نے کہا کہ ہم عہد کریں کہ ہم سب مل کر نفرت کو ختم کریں گے اور محبت کو پھیلائیں گے، ساتھ ہی یہ عزم کریں کہ جمہوری نظام اور آئین کی بالا دستی قائم کریں گے، اس ملک کی خوشحالی اور ترقی کی فکر کریں گے، موقع پر مفتی محمد انصار قاسمی صدر المدرسین جامعۃ القاسم دار العلوم الاسلامیہ نے کہا کہ آج ضرورت ہے کہ ہم اپنی نسلوں کو مجاہدین وطن کی قربانی اور تاریخ سے واقف کرائیں، اس ملک کی خوبصورتی یہی ہے کہ ہر مذہب کے ماننے والے یہاں بستے ہیں، اس کے تحفظ کی ذمہ داری ہے حکومت کی ہے، حکومت بغیر کسی بھید بھاؤ اور ذات برادری کے ہر شہری کو اس کا حق دے، ہر شہری کی مذہبی آزادی حاصل ہو، مفتی محمد انصار قاسمی نے بانی جامعہ مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی قربانیوں کا تذکرہ کیا اور لوگوں سے دعاء مغفرت کی درخواست کی، واضح رہے کہ اس وقت حکومت بہار نے کرونا وائرس کے پیش نظر تعلیمی ادارے بند کر رکھا ہے، اور کسی بھی تقریب میں بھیڑ بھاڑ پر پابندی ہے، جامعۃ القاسم میں حکومت کے گائیڈ لائن کے مطابق جشن جمہوریہ منایا، موقع پر سیمانچل ڈیولپمنٹ فرنٹ کے جنرل سیکرٹری شاہ جہاں شاد نے کہا کہ آج اس ملک میں بے روزگاری، مہنگائی اور شہریوں کے تحفظ کے مسائل ہیں، حکومت کو چاہیے کہ اسے سنجیدگی سے لے، ہر شہری کے ساتھ عدل وانصاف کو یقینی بنائے، قاری ظفر اقبال مدنی اور شاہ جہاں شاد نے پرچم کشائی کی، موقع پر مفتی عقیل انور مظاہری، مولانا حمید الدین مظاہری، مظفر حسین رحمانی، قاری شمشیر عالم جامعی، قاری اکبر علی عثمانی، مولانا علی احمد رازی، مولانا محمد عقیل قاسمی، صدام عثمانی، حافظ شمیم اختر عثمانی وغیرہ موجود تھے۔

جہاں روشنی کی کمی ملی وہیں ایک چراغ جلا دیا

بانی جامعہ حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا مشن تعلیم کے ساتھ خدمت خلق بھی تھا، یہی وجہ ہے کہ وہ ہر ایسے ضرورت کے موقع پر انسانیت کے ناطے مجبوروں، بے کسوں اور ضرورت مندوں کی حد درجہ تعاون کرتا، ان کا مشن الحمد للہ جاری ہے اس سلسلے کی چند رپورٹ مندرجہ ذیل ہیں:

ٹھنڈک شروع ہوتے ہی ان طلبہ کی فہرست تیار کی گئی ہے جنہیں کمبل کی ضرورت ہے، ناظم دار الاقامہ مولانا محمد فیاض قاسمی نے ایسے طلبہ کی نشاندھی کی اور پھر جامعہ کی طرف سے انہیں کمبل سپرد کیا گیا، اسی طرح باشندگان مدھوبنی میں ضرورت مند بیواؤں اور مجبوروں کے مابین کمبل تقسیم کیا گیا۔

پریشان حال لوگوں کے کام آنا وقت کی اہم ضرورت: شاہ جہاں شاد

جامعۃ القاسم دار العلوم الاسلامیہ کی طرف سے کیا گیا کمبل تقسیم (سپول) بسنت پور بلاک کے بیریا اراضی میں گذشتہ دنوں آگ لگنے کی وجہ سے کئی گھر جل کر راکھ ہو گیا، اطلاع ملنے پر مقامی باشندہ ماسٹر مرشد عالم سے مفتی محمد انصار قاسمی نے زمینی حقیقت اور صحیح صورت حال جانا، پھر جامعہ کے مہتمم قاری ظفر اقبال مدنی نے ان پریشان حال لوگوں کے لئے فوری طور پر ٹھنڈک سے بچنے کے لئے کمبل بھجوایا، سیمانچل ڈیولپمنٹ فرنٹ کے جنرل سیکرٹری شاہ جہاں شاد نے ان تمام لوگوں سے ملاقات کی اور انہیں اس مصیبت کی گھڑی میں تسلی دی اور نگرانی میں کمبل تقسیم کرایا، اس موقع پر انہوں نے کہا کہ پریشان حال لوگوں کے کام آنا وقت کی اہم ضرورت ہے، اور سماج میں زندگی گذارنے کا مطلب یہی ہے کہ ہم ان کے دکھ میں شریک ہوں، انسانی ہمدردی اسی کو کہتے ہیں کہ ضرورت کے وقت ہم ان کی ہر ممکن

تعاون کریں، انہوں نے اس موقع پر یہ بھی کہا کہ خوشی ہے کہ مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے بعدان کا مشن جاری ہے، ان کی یہ فکراور کوشش تھی کہ تعلیم کے ساتھ سماجی کام بھی کرتے رہنی چاہیے اور آج یہ اسی کا نمونہ ہے کہ جامعہ کے موجودہ ذمہ داران نے بوقت ضرورت مدد کے لئے یہاں بھیجا، واضح رہے کہ جامعہ کی طرف سے سماجی کارکن شاہ جہاں شاد، ماسٹر مرشد عالم استاذ جامعۃ القاسم، ماسٹر محمد صدام عثمانی نگراں القاضی کمپیوٹر سینٹر، حفیظ قیصر ندوی اور محمد دلشاد دل بیریا اراضی گئے تھے، اس موقع پر مقامی باشندہ عبدالمطلب نے ارباب جامعہ کا شکریہ ادا کیا کہ مصیبت کی گھڑی میں انہوں نے یاد رکھا اور تعاون کیا۔

مصیبت زدہ کے کام آنا انسانی فریضہ: قاری ظفر اقبال مدنی

چھاتا پور بلاک کے جھکھاڑگڑھ پنچایت میں گذشتہ دن آگ لگنے کی وجہ سے کئی گھر جل کر برباد ہو گئے، جس کی وجہ سے اہل خانہ کافی پریشان ہے، اس کی اطلاع ملنے پر مفتی محمد انصار قاسمی نے مقامی باشندہ مولانا محمد رفیق و قاری محمد اکبر علی عثمانی سے تحقیق کی، اور اس کی خبر جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ کے مہتمم قاری ظفر اقبال مدنی کو دی انہوں نے افسوس کا اظہار کیا، اور جامعہ کی طرف سے فوری طور اپنے نمائندہ کے ذریعہ کمبل بھجوایا، تاکہ سرد موسم میں انہیں راحت ملے اور اپنی جان بچا سکے، اس موقع پر انہوں نے کہا کہ مصیبت زدہ اور پریشان حال لوگوں کے کام آنا انسانی فریضہ ہے، ایک انسان کا دوسرے انسان پر یہ حق ہے کہ مصیبت اور پریشانی کے وقت اس کے ساتھ نہ صرف کھڑا رہے، بلکہ ہر ممکن اس کا تعاون کرے، اسلامی تعلیمات بھی یہی ہے کہ سب سے بہترین شخص وہ ہے جو دوسروں کے نفع رسانی کے لئے کام کرے، واضح رہے کہ جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ کی طرف سے قاری محمد مشتاق عثمانی اور قاری محمد نعمان جامعی نے موقع پر پہنچ کر کمبل تقسیم کیا، جبکہ مقامی لوگوں میں حافظ دلشاد عثمانی اور محمد آفتاب وغیرہ موجود تھے۔

جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ کی جانب سے کمبل اور کھانے پینے کی اشیاء تقسیم

اس وقت سخت کڑاکے کی ٹھنڈک ہے، لوگ بڑی مشکل سے اپنی جان بچا رہے ہیں، گاوں دیہات میں آگ بچاؤ کا ذریعہ ہے، عموماً غریب مزدور طبقہ کے لوگ آگ جلا کر خود اور جانور کو بھی ٹھنڈک سے محفوظ رکھتے ہیں، ایسے میں اگر کوئی بے گھر ہو جائے تو اس کی کی پریشانی اور دقت کا اندازہ لگانا مشکل ہے، کچھ ایسا ہی ہوا ادھم پور پنچایت کے مہدی پور گاؤں میں، واضح رہے کہ ادھم پور پنچایت کے مہدی پور گاؤں میں رات آگ لگنے کی وجہ کئی گھر جل کر خاکستر ہو گیا، جس کی وجہ سے گھر کا پورا سامان اور جانور تک جل کر راکھ ہو گیا، صبح جیسے یہ خبر جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ کے مہتمم قاری ظفر اقبال مدنی کو معلوم ہوئی انہوں نے کمبل اور کھانے پینے کی اشیاء بھیجی، موقع پر مفتی محمد انصار قاسمی، شاہ جہاں شاد، مولانا نیاز الدین ندوی نے حالات کا جائزہ لیا اور جن لوگوں کو گھر جلا، انہیں جامعۃ القاسم کی جانب سے امداد پہنچائی، اس موقع پر مفتی محمد انصار قاسمی صدر المدرسین جامعۃ القاسم نے کہا کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق مجبوروں اور بے کسوں کے امداد اور تعاون کی تاکید کی گئی ہے، یہ انسانی ہمدردی کے ساتھ عبادت بھی ہے، آج اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ کڑاکے کی ٹھنڈک میں ایسے لوگوں کی فکر کریں جنہیں ٹھنڈک سے بچاؤ کے کپڑے میسر نہیں ہے، سیمانچل ڈیولپمنٹ فرنٹ کے جنرل سیکرٹری شاہ جہاں شاد نے کہا کہ انسانیت کے ناطے مجبوروں کی مدد کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے،

جامعۃ القاسم دار العلوم الاسلامیہ اپنے بانی کے مشن پر گامزن ہے کہ تعلیم کے ساتھ رفاہی اور سماجی کاموں کو بھی مستقل جاری رکھے ہوا، موقع پر مولانا محمد آزاد قاسمی، مولانا تجمل قاسمی، خلیق اللہ انصاری، مولانا قاسم ملی، مولانا اسماعیل قاسمی اور دلشاد دل وغیرہ موجود تھے، مقامی لوگوں نے ذمہ داران جامعۃ القاسم کا تہ دل سے شکریہ ادا کیا کہ مصیبت گھڑی میں بروقت کام دیا اور مدد کا ہاتھ بڑھایا۔

ایک صاحب خیر نے ان تمام حضرات کے لئے کپڑا اور فوری طور پر راشن کا انتظام کرایا جسے پھر مولانا حمید الدین مظاہری، مفتی محمد انصار قاسمی، قاری مشتاق احمد عثمانی نے مولانا محمد آزاد قاسمی وغیرہ کی موجودگی میں انہیں سپرد کیا۔

سیمانچل ڈیولپمنٹ فرنٹ کی جانب سے فاربس گنج میں بے گھر لوگوں کے درمیان کمبل تقسیم

بہار میں ان دنوں سخت ٹھنڈک ہے، ہوا کی بھی شدت ہے، بہت سے ایسے بھی ہیں جو اسٹیشن، پلیٹ فارم، رین بسیرا میں زندگی گذارتے ہیں سیمانچل ڈیولپمنٹ فرنٹ کی جانب سے رات میں فاربس گنج ریلوے اسٹیشن، ریفرل ہاسپٹل اور شہر میں فٹ پاتھ پر سورہے ہیں لوگوں کو کمبل دیا گیا، اس موقع پر فرنٹ کے جنرل سیکرٹری شاہ جہاں شاد نے کہا کہ ہمیں آس پڑوس کے لوگوں کا خیال کرنی چاہیے اور کڑاکے کے اس ٹھنڈک میں ان کے بارے میں سوچنی چاہیے کہ کیسے وہ کھلے میدان میں زندگی کاٹتے ہیں، بہت سے ایسے بھی لوگ ہیں جو مختلف بیماریوں کی وجہ سے ہاسپٹل میں ہیں اور ان کا کوئی پوچھنے والا نہیں ہے، ہمیں چاہیے کہ ایسے لوگوں کی فکر کریں اور ہر ممکن تعاون کریں، آج سیمانچل ڈیولپمنٹ فرنٹ کی جانب سے ایسے بے سہارا اور بے گھر افراد کو تلاش کر کر کے کمبل دیا گیا تا کہ وہ ٹھنڈی سے محفوظ رہے، موقع پر جامعۃ القاسم دار العلوم الاسلامیہ کے صدر المدرسین مفتی محمد انصار قاسمی نے سیمانچل ڈیولپمنٹ فرنٹ کے سربراہ قاری ظفر اقبال مدنی کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے بے گھر اور بے سہارا لوگوں کے لئے کمبل کا انتظام کرایا، انہوں نے کہا کہ اسلامی تعلیمات یہی ہے کہ ہم مجبوروں، بے کسوں اور بے سہارا کے لئے سہارا بنے، جن کا کوئی نہیں انہیں گلے لگائیں، واضح رہے کہ مرحوم مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی سابق صدر سیمانچل ڈیولپمنٹ فرنٹ کی یہی کوشش تھی اور ہمیشہ تعلیم کے ساتھ سماجی وفلاحی خدمات انجام دے تھے، موقع پر مولانا نیاز الدین ندوی، ممتاز سلام، رمیش سنگھ، کرن کمار پپو، دلشاد دل، منوج جیسوال، راشد جنید وغیرہ موجود تھے۔

ضلع سپول کے لچھمنیاں پنچایت میں گذشتہ دن آگ لگنے کی وجہ سے کئی گھر جل کر راکھ ہو گیا، جس میں کافی نقصان ہوا، اس کے پاس کچھ نہیں بچا، جانور تک آگ کی لپیٹ میں آگیا، اطلاع ملنے پر جامعۃ القاسم دار العلوم الاسلامیہ کے کارگزار مہتمم قاری ظفر اقبال مدنی کی ہدایت پر فوری طور پر کھانے کی ضروری اشیاء، کپڑا اور کمبل پہنچایا گیا موقع پر نائب مہتمم مفتی محمد انصار قاسمی، ماسٹر مرشد عالم، سیمانچل ڈیولپمنٹ فرنٹ کے جنرل سیکرٹری شاہ جہاں شاد وغیرہ اشیاء تقسیم کئے، اللہ تعالیٰ ان کی نصرت ومدد فرمائے، معاونین ومحسنین کو بہتر بدلہ دے۔

امتحان علم میں پختگی اور گیرائی پیدا کرتا ہے: مفتی محمد انصار قاسمی

جامعۃ القاسم دار العلوم الاسلامیہ سپول میں ششماہی امتحان جاری امتحان جس شعبہ میں ہو وہ کامیابی اور ناکامی کو طے کرتا ہے، امتحان کا مقصد صرف اعلیٰ نمبرات سے کامیابی نہیں بلکہ ساتھ ساتھ علم میں پختگی، فنون میں مہارت اور اپنے اندر خود اعتمادی پیدا کرنا ہے، انسان اپنی خوبی اور فن میں مہارت کے ذریعہ پہچانا جاتا

ہے، یہ باتیں مفتی محمد انصار قاسمی صدر المدرسین جامعۃ القاسم دار العلوم الاسلامیہ نے امتحان سے قبل طلبہ سے کہا، انہوں نے طلبہ سے کہا کہ آپ کے سامنے اسلاف کی زندگی ہو، ابھی مواقع ہیں ہر اعتبار سے اپنے آپ کو تیار ہونے کا، درسیات کے ساتھ تقریر وتحریر پر گرفت بنانے کا، باصلاحیت افراد کی ہر دور میں ضرورت رہی ہے، مفتی قاسمی نے کہا کہ بانی جامعہ مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی رحمۃ اللہ کے خوابوں کی تعبیر ہے آپ کو ہر میدان میں کام کرنا ہے، واضح رہے کہ کرونائی تعطل کے بعد باضابطہ آف لائن پہلا امتحان ہورہا ہے، اس موقع پر قاری ظفر اقبال مدنی کارگذار مہتمم نے کہا کہ آج کا زمانہ مسابقہ اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا زمانہ ہے، آگے بڑھنے کا جذبہ طالب علم کو محنت، کوشش اور لگن پر ابھارتا ہے، جب وہ اپنا ہدف اور نشان منزل طے کرتا ہے تو اسے پانے اور حاصل کرنے کے لئے ہر ممکن جتن کرتا ہے، تب جا کر انسان کامیاب ہوتا ہے، نظام تعلیم میں امتحان سہ ماہی، ششماہی اور سالانہ اسی مقصد کے لئے ہوتا ہے کہ طلبہ میں آگے بڑھنے کا جذبہ پیدا ہو، اور جو کچھ پڑھا ہے وہ پختہ ہو یہ باتیں جامعۃ القاسم دار العلوم الاسلامیہ سپول کے کارگذار مہتمم قاری ظفر اقبال مدنی نے جامعۃ القاسم میں ششماہی امتحان کے موقع پر کہا، انہوں نے امتحان گاہ اور طریقہ امتحان کو دیکھتے ہوئے طلبہ کو تاکید کی آپ جس تعلیم کو حاصل کررہے ہیں یہ جدوجہد اور جانفشانی کے بعد حاصل ہوتا ہے، امتحان کے ذریعہ آپ خود کا احتساب کیجئے کہ آپ اپنے مقصد میں کتنے کامیاب ہوئے، آپ اپنے مقصد اور مقام ومرتبہ کو پہچانئے۔ ناظم امتحان مولانا محمد عقیل قاسمی نے بتایا کہ تقریری اور تحریری دونوں طریقہ سے امتحان ہورہا ہے، کل پانچ دن دونشست میں امتحان ہے، امتحان گاہ میں مفتی عقیل انور مظاہری، قاری ذاکر حسین نعمانی، مولانا حمید الدین مظاہری، مولانا محمد فیاض قاسمی، قاری مشتاق احمد عثمانی، ماسٹر مظفر حسین رحمانی وغیرہ موجود تھے، اور مکمل نگرانی میں امتحان ہورہا ہے۔

امتحان سالانہ کی تیاری جاری ہے، جنوری میں بگڑتے حالات اور کرونا کی تباہی کی وجہ سے جامعہ میں تعطیل ہوگئی تھی، لیکن اجازت ملتے ہی 15 سال سے متجاوز عمر کے طلبہ کو بلالیا ہے اور پھر تعلیمی سلسلہ شروع ہوگیا، اس وقت امتحان کی تیاری چل رہی ہے، اس سلسلے میں مجلس تعلیمی نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ممتحن دوسرے مدرسہ فن کے ماہر اساتذہ کو لایا جائے تاکہ تعلیمی معیار بلند ہو اور طلبہ میں آگے بڑھنے اور محنت کرنے کا رجحان پیدا ہو۔

ماہنامہ معارف قاسم جدید کے مدیر اعلیٰ ایوارڈ سے سرفراز

عالمی یوم اردو کے موقع پر معروف صحافی، روزنامہ انقلاب دہلی کے سینئر سب ایڈیٹر، ماہنامہ معارف قاسم جدید دہلی کے مدیر اعلیٰ ڈاکٹر شہاب الدین ثاقب قاسمی کو ان کی صحافتی تصنیفی وتالیفی خدمات کے اعتراف میں اردو ڈیولپمنٹ آرگنائزیشن اور آل انڈیا یونانی طبی کانگریس کی جانب سے ’’محفوظ الرحمٰن عالمی یوم اردو ایوارڈ 2021 برائے صحافت‘‘ دیئے جانے پر جامعۃ القاسم دار العلوم الاسلامیہ کے کارگزار مہتمم قاری ظفر اقبال مدنی، مفتی محمد انصار قاسمی، مفتی عقیل انور مظاہری نے دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کی۔ اس موقع پر جامعۃ القاسم دار العلوم الاسلامیہ اور ماہنامہ معارف قاسم جدید دہلی کی پوری ٹیم مبارک باد اور نیک خواہشات کا اظہار کیا۔

نوٹ بانی جامعہ حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے تعلق سے تعزیتی اجلاس اور پیغامات کی رپورٹ خصوصی شمارہ میں شائع ہوگی۔

❁ ❁ ❁

دردمندانہ گزارش!!!

ہندو نیپال کی سرحد پر رشد و ہدایت اور تعلیم و تربیت کی عظیم درس گاہ "جامعۃ القاسم دار العلوم الاسلامیہ" گذشتہ تینتیس (33) سالوں سے علوم اسلامی کی ترویج و اشاعت اور افراد امت کی دینی و ملی تربیت میں سرگرم عمل ہے۔ جامعۃ القاسم کا قیام ۱۶ر شعبان المعظم ۱۴۰۹ھ بمطابق ۲۵ر مارچ ۱۹۸۹ء کو عمل میں آیا۔ جامعہ ریاست بہار کے شمال میں واقع ہے جو مسلمانوں کی کثیر آبادی والا علاقہ ہے، جہاں تقریباً پچاس لاکھ سے زائد مسلمان آباد ہیں لیکن تعلیمی، اقتصادی و سیاسی پسماندگی کی وجہ سے وہ بے حد غربت و افلاس اور قبائل کی سی زندگی گذارنے پر مجبور ہیں۔ جامعہ کے ماتحتی میں قائم مکاتب خطے کی مختلف پسماندہ مسلم آبادیوں اور دور دراز علاقوں میں دینی تعلیم کی شمع روشن کیے ہوئے ہیں۔ عہد کورونا کو چھوڑ کر جامعۃ القاسم اور اسکی شاخوں میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ و طالبات کی کل تعداد 5000 رہی ہے جن میں جامعہ کے ہاسٹل میں مقیم طلباء کی تعداد 1000 تھی جس کی مکمل کفالت جامعہ کے ذمہ رہی۔ عالمی وبا کورونا وائرس کی وجہ سے گذشتہ دو سالوں میں احتیاطاً طلبہ کی تعداد کم رکھی گئی، مگر اب جیسے جیسے صورت حال میں بہتری آئے گی طلباء کی تعداد میں اضافہ کیا جائے گا۔ جامعہ کی سرگرمیوں اور خدمات کا دائرہ روز بروز بڑھتا جا رہا ہے جس کی وجہ سے اخراجات میں بھی غیر معمولی اضافہ ہو رہا ہے۔ عہد کووڈ 19 میں جامعہ کو سخت مالی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اس دوران خود بانیٔ جامعہ حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانیؒ (متوفی 23 مئی 2021ء) مسلسل علیل رہے اور پھر داعی اجل کو لبیک کہہ گئے، جس کی وجہ سے مالی دشواری دوگنی ہوگئی۔ ہوش ربا گرانی و مہنگائی کو دیکھتے ہوئے 2022-23 کا سالانہ تخمینی بجٹ پانچ کروڑ روپے طے کیا گیا ہے جو صاحب جود و سخا اور با توفیق اہل خیر کے تعاون سے اللہ رب العزت ہی پورا کرانے والا ہے۔

آپ سے دردمندانہ گزارش ہے کہ جامعہ کی تعلیمی و تعمیری ضرورتوں کی تکمیل میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور اپنے احباب کو بھی اس طرف متوجہ فرمائیں۔ اللہ اس کا اجر اپنے شایان شان آپ کو عطا فرمائے۔ اللہ رب العزت ہمارا اور آپ کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُم مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللهِ هُوَ خَيْراً وَأَعْظَمَ أَجْراً۔

والسلام

(قاری) ظفر اقبال مدنی

خلف الرشید و جانشین: حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

Bank Details for Donation

For Indian Contributors:
Please make the Cheques & DD in the name of:
Jamiatul Qasim Darul Uloom-il-Islamia
A/C No. **11786910219**
(State Bank of India Pratap Ganj Branch-852125)
IFSC Code: SBIN0004717
MICR Code: 852002606

Exempted from Income Tax
Donation to the Trust is exempted u/s 80G of Income Tax Act-1961 Gov. of India

For foreign Contributors:
Please make the Cheques & DD in the name of:
Imam Quasim Islamic Educational Welfare Trust India
FCRA. A/c No.: **39978283523**
Branch: SBI Bank New Delhi Main Branch-110001
IFSC Code: SBIN0000691, MICR Code: 110002087
SWIFT Code: SBININBB104

RNI No. DEL-URDU-7253/2002

Monthly **Maarif-e-Qasim** Jadee, Delhi

Volum. 21 | Issue No. 36 | Mar.-Apr. 2022

جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیۃ

کے

علمی وادبی ترجمان

ماہنامہ معارف قاسم جدید دہلی

کا اگلا شمارہ بانی جامعہ حضرت مولانا

ڈاکٹر مفتی محفوظ الرحمن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

کی

61 سالہ جہد مسلسل اور خدمات عالیہ پر مشتمل ہے

یہ اپنی نوعیت کا منفرد شمارہ ہے جس میں ملک و بیرون ممالک کے علماء کرام، دانشوروں اور ملی رہنماؤں کے قیمتی تاثرات، جامع خیالات اور ان کی جذباتی تحریرات شامل ہیں۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

بہت جلد معارف قاسم کا یہ دستاویزی شمارہ آپ کے ہاتھوں میں ہوگا۔ ان شاء اللہ

بس کیجئے تھوڑا انتظار

اپنے مضامین اور تاثرات مندرجہ ذیل ای میل اور وہاٹس ایپ نمبرات پر جلد ارسال فرمائیں۔

+91-9899766786, 9891763977
+91-9527565786, 9871091161
jamiatulqasim@yahoo.com

Published by:

Jamiatul Qasim Darul Uloom-il-Islamia

At & P.O. Madhubani, G.P.O Partap Ganj, Distt. Supaul - 852125 Bihar (India)
Mob. +91-9811125434, 9899766786, 9931906068, 9527565786
www.jamiatulqasim.com / E-mail: jamiatulqasim@yahoo.com
www.facebook.com/jamiatulqasimdarululoomilislamia
youtube.com/jamiatulqasim / www.alqasiminternational.com

Delhi Office:

K-79, 2nd Floor, Street No.5, Abul Fazal Enclave-I, Jamia Nagar, New Delhi-110025 (India)
Ph.: +91-11-26981876, 26982907 Mob: +91-9871091161
Printed at : M.R. Printers, 2818, Gali Garaiya, Darya Ganj, New Delhi-110002